REGD NO P. 67

رجسٹرڈ نمبر ایل ۶۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

لقد نصرکم اللہ ببدر و انتم اذلۃ

THE WEEKLY BADR QADIAN

ہفت روزہ بدر قادیان

جلد ۱۶

شمارہ ۳۲

ایڈیٹر محمد حفیظ بقاپوری

نائب مدیر فیض احمد گجراتی

شرح چندہ
سالانہ -/۷ روپے
ششماہی -/۴ ″
ممالک غیر -/۸ ″

فی پرچہ ۱۵ نئے پیسے

۶ ظہور ۱۳۴۶ھش | ۲۶ ربیع الاول ۱۳۸۷ھ | ۶ اگست ۱۹۶۷ء

اخبار احمدیہ

قادیان ۴ اگست ۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے بارہ میں الفضل مورخہ ۲ اگست میں شائع شدہ ڈاکٹری رپورٹ مظہر ہے کہ:۔

"کل حضور کی طبیعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہتر رہی۔ اس وقت بھی طبیعت ٹھیک ہے۔"

احباب کرام اپنے پیارے آقا کی صحت و سلامتی اور درازیٔ عمر کے لئے متواتر دعاؤں میں لگے رہیں۔ شافی مطلق اپنے فضل و کرم سے حضور کو صحت بخشے۔

قادیان ۴ اگست ۔ حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مع اہل و عیال بفضل تعالیٰ خیریت سے ہیں۔ الحمد للہ۔

قادیان ۵ اگست ۔ محترم سیٹھ محمد عبدالحی صاحب یادگیری ممبر صدر انجمن احمدیہ قادیان کی وفات پر اظہار افسوس کے لئے آج صدر انجمن احمدیہ کے تمام ادارے بند رکھے گئے۔

محترم سیٹھ محمد عبدالحی صاحب یادگیری وفات پا گئے

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

یہ خبر جماعت میں بہت افسوس کے ساتھ سنی جائے گی کہ محترم سیٹھ محمد عبدالحی صاحب یادگیری مورخہ ۲ کو اپنے وطن میں وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت سیٹھ شیخ حسن صاحب یادگیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی، احمدیت کے فدائی اور مالی قربانیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے تھے۔ اور جو جنوبی ہند کے علاقہ اندھرا میں جماعت احمدیہ کے بانی تھے سیٹھ محمد عبدالحی صاحب انہی کے فرزند ارجمند تھے۔ اور حق یہ ہے کہ مرحوم اپنی ساری زندگی میں اپنے مخلص ترین باپ کے نقوش قدم تلاش کر کر کے ان پر چلتے رہے اور جانشینی کا حق پورا پورا ادا کر دیا۔ مرحوم کی ساری زندگی احمدیت سے والہانہ عشق اور مالی قربانیوں سے عبارت تھی۔ آپ کی سماعت مرکز کی آواز سننے کے لئے ہمیشہ مستعد رہتی تھی۔ اور آپ کے جذبات اس آواز پر لبیک کہنے کے لئے اپنے سلسلہ کو ہمہ اوقات تیار رکھتے تھے۔

خوش قسمت ہے وہ احمدی جو اسلام کے لئے قربانیاں پیش کرنے والے باپ کا بیٹا ہو خوش قسمت ہے وہ احمدی جو خود بھی سلسلہ حقہ کے ساتھ والہانہ شیفتگی رکھتا ہو لیکن اس شخص کی خوش قسمتی کو تو چار چاند لگ جاتے ہیں جو اپنے پیچھے ایسا ذریۃ چھوڑ جائے جو سر تا پا اسلام کے ساتھ وابستہ ہو۔ مرحوم کی یہ خصوصیت کہ انہوں نے نہ صرف اپنی اولاد کی رگ رگ میں احمدیت کے لئے محبت بھر دی بلکہ یادگیر کی ساری جماعت کی تربیت اس رنگ میں کی کہ دیکھ کر رشک آتا ہے۔ اور دل میں یہ یقین پیدا ہو جاتا ہے کہ حضرت سیٹھ شیخ حسن صاحب کا رنگِ اخلاص ان کی اولاد میں منتقل ہوا۔ اور پھر ان کی اولاد نے یہ سارا رنگ آگے اپنی اولادوں میں منتقل کر دیا۔

آپ زندگی بھر جماعت احمدیہ یادگیر کے امیر رہے یہ جماعت جنوبی ہند کی بڑی جماعتوں میں شمار ہوتی ہے۔ اتنی بڑی جماعت کی امارت اور نگرانی اور تربیت اور سالہا سال تک یہ فرائض ادا کرتے چلے جانا کوئی معمولی کام نہیں ہے۔ اور پھر اس کام کی عظمت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ آپ کی تربیت کے نتیجہ میں اس جماعت کی اکثریت اخلاص اور قربانیوں کے اعلیٰ مقام پر فائز ہے۔ راقم الحروف جب گذشتہ سال یادگیر کے تاریخی مناظرہ کے موقعہ پر وہاں گیا تو یہی کچھ مشاہدہ میں آیا ہوا اور یہ عرض کیا گیا ہے بلکہ منتقب کی جائزہ لینے سے بھی یہی نتیجہ مرتب ہوا۔ اور یہ کہنا قطعاً مبالغہ نہ ہوگا کہ اس جماعت کے خلوص و وفا کو دیکھ کر رشک کے جذبات میرے دل میں موجزن ہو گئے۔ اور یہ کارنامہ ہے اس مخلص نے اور دائم المریض شخص کا جو اپنی صحت کی خرابی کے باوجود جماعت کے غم میں سوزاں رہا۔

مرحوم دمہ کے مریض تھے۔ اور صحت ہمیشہ کمزور رہتی تھی۔ لیکن کام میں پُر جوش رہنے کے لئے خدا تعالیٰ نے آپ کے اندر کہاں سے طاقت آ جاتی تھی۔ یادگیر کے مناظرہ کے دوران آپ نوجوانوں کی طرح دوڑتے پھرتے تھے۔ مہمان نوازی۔ صلہ رحمی۔ اپنوں اور بیگانوں کے ساتھ حسن سلوک اور مخلصانہ مراسم ایسی صفات حسنہ ہیں جو ان کے رگ و ریشے میں رچی بسی ہوئی تھیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ یادگیر کی ساری جماعت دل و جان سے آپ کا احترام

کرتی تھی۔

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ہے مرحوم دمہ کے مریض تھے اور یہی مرض شدت اختیار کر کے جان لیوا ہوا۔ آپ کئی دنوں سے بغرض علاج حیدر آباد میں مقیم تھے۔ اور حال ہی میں آپ کی ایک آنکھ کا اپریشن بھی ہوا تھا جو کامیاب رہا تھا۔ لیکن دمہ کے موذی مرض نے ہزاروں روپیہ کر کبھی پیچھا نہ چھوڑا۔ اور آخر آپ اسی مرض سے جان بحق تسلیم ہوئے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی رحمت کے جوار میں اعلیٰ مقام بخشے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

ادارہ بدر اس عظیم صدمہ میں مرحوم کے سارے خاندان بالخصوص مرحوم کے مخلص بھائی مکرم سیٹھ محمد الیاس صاحب اور مرحوم کی اہلیہ محترمہ۔ ان کے فرزندوں اور بیٹیوں اور دوسرے تمام متعلقین اور جماعت احمدیہ یادگیر سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو صبر کی توفیق بخشے۔ اور مرحوم کے نقش قدم پر چلائے ۔۔۔ (ادارہ)

حضرت بابا اللہ بخش صاحب صحابی درویش وفات پا گئے

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

قادیان ۳۱ جولائی ۔ آج صبح ۹ بجے حضرت بابا اللہ بخش صاحب صحابی درویش قریباً ڈیڑھ ماہ بیمار رہنے کے بعد وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت بابا صاحب قادیان سے پانچ میل کے فاصلہ پر واقع گاؤں ہرچوواں کے رہنے والے تھے۔ آپ نے ۱۹۰۵ء میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کا شرف حاصل کیا تھا تقسیم ملک سے قبل آپ حضرت نواب محمد علی خاں صاحب کے گھر ملازم کے طور پر اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے گھر میں دربان کے طور پر خدمت بجا لاتے رہے۔ تقسیم کے بعد آپ کو اللہ تعالیٰ نے درویشی کی سعادت سے نوازا اور پونے سترہ سال درویشی کے گذار کر آج ہم سے جدا ہو گئے۔ مرحوم نیک شریف النفس، عبادت گذار اور کم گو تھے۔

مرحوم کے اکلوتے فرزند میاں علم الدین صاحب جو احمد نگر متصل ربوہ میں مقیم ہیں۔ اپنے والد کی بیماری کی اطلاع پا کر پاسپورٹ پر یہاں آ گئے تھے۔ اور ۲۶ روز تک اپنے بوڑھے اور بیمار باپ کی تیمارداری اور خدمت کرتے رہے۔ اور اپنے بزرگ باپ کی دعائیں لیتے رہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اور مرحوم کے تمام پسماندگان کو صبر کی توفیق بخشے۔ ادارہ بدر اس صدمہ میں مرحوم کے تمام پسماندگان سے اظہار ہمدردی کرتا ہے۔

(ادارہ)

ملک صلاح الدین ایم۔اے پرنٹر و پبلشر نے ساقی آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان

ہفت روزہ بدر قادیان ——— مورخہ ۴ اگست ۱۹۶۶ء

"تمہیں خوشخبری ہو کہ قرب پانے کا میدان خالی ہے"

گذشتہ صدی کا آخری حصہ اسلام اور مسلمانوں پر انتہائی ادبار و انحطاط کا تھا کہ چاروں طرف سے مخالفین نے یکبارگی حملہ کر کے انہیں بے حواس کر دیا گیا تھا۔ مخالفین اسلام تو اس کے خلاف ہر حربہ استعمال کر کے انہیں نیست و نابود کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ اور وہ اسلامی تعلیمات کی ایک ایک شق کو غلط، فرسودہ اور ناقابل عمل قرار دے رہے تھے۔ دوسری طرف خود مسلمان اپنے عمل کے لحاظ سے بھی اور کچھ خود تراشیدہ عقائد کے لحاظ سے بھی اسلام کی کمزوری کا باعث ہو رہے تھے۔ اور "بدنام کنندہ نکو نامے چند" کے مصداق فرزندان اسلام کہلا کر بھی محسوس طور پر اسلام کی بدنامی کا مرتکب ہوتے تھے۔

یہ وقت اسلام پر بے حد نازک تھا۔ اور جہاں تک اس کی حفاظت کے لئے اور اس کے دفاع کے لئے زمینی ذرائع کا تعلق تھا، وہ یکسر مفقود ہو چکے تھے۔ مسلمانوں نے دعوت الی الحق کا فریضہ اُٹھا کر طاق نسیان پر رکھ دیا تھا۔ اور تعلیمات اسلامی کی یوں درگت بن رہی تھی۔ بلکہ ان کا مشغلہ تھا کہ ان کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا تھا۔ انہی ایام میں مسلمانوں کے اندر کچھ اہل دل اور اہل درد ایسے بھی تھے۔ جو اسلام کی سربلندی کے لئے حقیقی تڑپ رکھتے تھے۔ لیکن ان کی تڑپ دلوں سے اُٹھتی اور دلوں ہی میں ختم ہو جاتی تھی۔ کیونکہ ان کے بامر مقصد اور بروئے کار آنے کے مواقع ہی موجود نہ تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ یہ بگاڑ دور ہو لیکن ماحول ان کا ساتھ نہ دیتے تھے وہ چاہتے تھے کہ اسلام کے دفاع پر کمربستہ ہو جائیں۔ لیکن ماحول کی ناسازگاری ان کے پاؤں میں زنجیریں پہنا دیتی تھی۔ وہ اسلام کی خاطر قربانیاں پیش کرنا چاہتے تھے لیکن انہیں قربانیاں لینے والا نظر نہ آتا تھا اور یوں ان کی امنگیں اور ولولے بروئے کار آنے سے پہلے رہ جاتے تھے۔ ایک جمود تھا جو سارے عالم اسلام پر طاری تھا ایک سکوت تھا جو اسلامی نظام پر حاوی تھا۔ اور مخالف درندے ہر چہار طرف سے مسلمانوں پر جھپٹ جھپٹ پڑتے تھے۔ تب قادیان سے یہ ندا [illegible]

صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار

سعید روحیں کشاں کشاں قادیان کی طرف آنے لگیں اور انہیں اسلام کی خدمت کے ایسے مواقع میسر آ گئے کہ اسلام کے صدر اول کی یاد تازہ ہو گئی۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک ایسی جماعت تیار فرمائی جو اسلام کے لئے اپنا سب کچھ نچھاور کرنے کو تیار رہتی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو قربانیوں کے بہت بلند مقام پر لے جانا چاہا تھا تاکہ اس کے دل میں خدمت اسلام کے لئے قربانی کی کوئی حسرت باقی نہ رہ جائے۔ چنانچہ آپ نے اللہ تعالیٰ سے حکم پا کر بہشتی مقبرہ کی بنیاد رکھی اور الوصیۃ شائع فرمائی

الوصیۃ کیا ہے۔ مختصر الفاظ میں تقویٰ کے بلند مقام پر فائز ہو کر اشاعت اسلام کے لئے زندگی بھر مالی قربانیاں پیش کرتے چلے جانے کا مطالبہ۔ اور اس پر عمل کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"تمہیں خوشخبری ہو کہ قرب پانے کا میدان خالی ہے۔ ہر ایک قوم دنیا سے پیار کر رہی ہے اور وہ بات جس سے خدا راضی ہو اس کی طرف دنیا کی توجہ نہیں۔ وہ لوگ جو پورے زور سے اس دروازہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں ان کے لئے موقعہ ہے کہ اپنے جوہر دکھلائیں اور خدا سے خاص انعام پاویں۔" (الوصیۃ)

سو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے ہماری جماعت کے لئے تقویٰ اور قربانی کے جوہر دکھانے کے لئے وصیت کے ذریعہ موقعہ پیدا فرما دیا ہوا ہے۔ خوش قسمت ہے وہ احمدی جو اس چند روزہ زندگی کے تعیّشات کو چھوڑ کر مامور وقت کی آواز پر لبیک کہتا ہے۔ اور اپنے نفس اور جان و مال کی قربانی اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر کے اپنے لئے جنت کے دروازے کھول لیتا ہے۔ اور اس بہشتی مقبرہ میں جگہ پاتا ہے جس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے:-

"اور چونکہ اس قبرستان کے لئے بڑی بھاری بشارتیں مجھے ملی ہیں اور نہ صرف خدا نے یہ فرمایا کہ یہ مقبرہ بہشتی ہے بلکہ یہ بھی فرمایا کہ اُنزل فیھا کلّ رحمۃ یعنی ہر قسم کی رحمت اس قبرستان میں اتاری گئی ہے اور کسی قسم کی رحمت نہیں جو اس قبرستان والوں کو اس سے حصہ نہیں۔" (الوصیۃ)

نظام وصیت کی عظمت کے متعلق سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:-

"تم جلد سے جلد وصیت کرو تاکہ جلد سے جلد نظام نو کی تعمیر ہو وہ مبارک دن آ جائے جبکہ چاروں طرف اسلام اور احمدیت کا جھنڈا لہرانے لگے۔ اس کے ساتھ ہی میں ان سب دوستوں کو مبارکباد دیتا ہوں جنہیں وصیت کرنے کی توفیق حاصل ہوئی ہے۔ اور میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بھی جو ابھی تک اس نظام میں شامل نہیں ہوئے توفیق دے کہ وہ بھی اس میں حصہ لے کر دینی برکات سے مالا مال ہوں۔ اور دنیا اس نظام سے ایسے رنگ میں فائدہ اُٹھائے کہ آخر اسے یہ تسلیم کرنا پڑے کہ قادیان کی وہ بستی جسے کوردیہہ کہا جاتا تھا جسے جہالت کی بستی کہا جاتا تھا۔ اس میں سے وہ نور نکلا جس نے ساری دنیا کے دکھوں اور دردوں کو دور کر دیا اور جس نے ہر امیر اور غریب کو، ہر چھوٹے اور بڑے کو محبت اور پیار اور الفت باہمی سے رہنے کی توفیق عطا فرمائی۔"

چونکہ ابھی تک احباب جماعت نے وصیت کی اہمیت کو پوری طرح نہیں سمجھا اور جماعت کی تعداد کے مقابلہ پر موصیوں کی تعداد بہت کم ہے۔ اس لئے صدر انجمن احمدیہ قادیان نے فیصلہ فرمایا ہے کہ سارے ہندوستان میں دورے کر کے وصیت کی اہمیت کو واضح کیا جائے۔ چنانچہ اس وقت ایک وفد شمالی ہندوستان کی جماعتوں کے دورہ پر نکلا ہوا ہے۔ اور دوسرا وفد عنقریب جنوبی ہند کی جماعتوں کے دورہ پر جانے والا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ احباب کرام کو وصیت کی اہمیت کو سمجھنے کی توفیق بخشے۔

(ش - ا - گ)

زکوٰۃ

- زکوٰۃ اسلام کا ایک اہم رکن ہے
- زکوٰۃ اموال کو پاک کرتی ہے
- زکوٰۃ یتیموں اور بیواؤں کا سہارا ہے
- زکوٰۃ کی مستقل شرح ۲½ فیصد ہے

اسلامی اصول کی فلاسفی (ہندی) چھپ کر تیار ہو گئی

از حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

احباب جماعت کی خدمت میں یہ اطلاع نہایت خوشی سے دی جاتی ہے کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی معرکۃ الآراء تصنیف "اسلامی اصول کی فلاسفی" جس نے مذہبی دنیا میں تقریباً ستر برس سے تہلکہ مچایا ہوا ہے اور دنیا کی کئی زبانوں میں کئی کئی ایڈیشنوں میں چھپ چکی ہے کا ہندی ایڈیشن حال ہی میں چھپ کر تیار ہو گیا ہے۔ کتابی سائز کاغذ عمدہ چھپائی بہترین ظاہری خوبیوں سے بھی مزین ہے۔ قیمت عام جلد تین روپے جلد آرٹ کلاتھ ساڑھے تین روپے۔

مخلصین اور مخیر حضرات ہندی دان طبقہ میں اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کر کے اسلام کی ان خوبیوں کو جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان فرمائی ہیں زیادہ سے زیادہ غیر مسلموں تک پہنچا کر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کریں۔ اس وقت جبکہ ہندوستان میں ہندی سرکاری زبان بن چکی ہے اس زبان میں ہمارے لٹریچر کی زیادہ سے زیادہ اشاعت ہونی ضروری ہے۔ امید ہے احباب جماعت اس طرف خاص توجہ فرمائیں گے اور کتاب کی اشاعت کی اصل غرض کو پورا کرنے کی کوشش کریں گے۔

اس کتاب کے جملہ اخراجات محترم سیٹھ محمود احمد صاحب۔ انوار احمد صاحب [illegible] صاحب پسران محترم سیٹھ محمد صدیق صاحب مرحوم کلکتہ نے برداشت کئے ہیں۔ احباب جماعت دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو جو انہوں نے خلوص کے ساتھ کی ہے قبول فرما کر ان کو دین و دنیا کی برکات سے نوازے اور ان کے اموال و نفوس میں برکت دے۔

نظارت ہذا ان برادران کا شکریہ ادا کرتی ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

خطبہ جمعہ

تحریکِ وصیّت ایمان کی آزمائش کا ایک خاص ذریعہ ہے

جو احمدی وصیّت کے قواعد کو پورا کرے گا اور مالی قربانی پیش کرے گا وہی جنتی کہلانے کا مستحق ہوگا

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۱۴ر مئی ۱۹۲۶ء بمقام قادیان

بعض امور بظاہر چھوٹے نظر آتے ہیں۔ لیکن ان کے گرد و پیش ایسے حالات جمع ہو جاتے ہیں کہ ان حالات کی وجہ سے وہ امور غیر معمولی اہمیت پکڑ جاتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں ہماری جماعت میں ایسے امور کی مثالوں سے ایک اہم مثال

حصّہ وصیت ہے

اللہ تعالےٰ عالم الغیب ہے۔ وہ سب باتوں کو جانتا ہے۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب رسالہ الوصیت شائع کیا تو آپ کے ذہن میں وہ مشکلات نہ تھیں۔ ان مشکلات کو مدنظر رکھتے ہوئے میں سمجھتا ہوں وصیت عقلی طور پر کبھی نجات کا ذریعہ ہے۔ اگر وہ مشکلات پیدا نہ ہوتیں اور اس قسم کے حالات وصیت کے متعلق رونما نہ ہوتے تو خیال ہو سکتا تھا کہ وصیت کا جنت سے کیا تعلق ہے۔ مگر اس کے گرد و پیش ایسی مشکلات جمع ہو گئی ہیں جو قرآن کریم کے بتائے ہوئے قاعدہ کے ماتحت بتاتی ہیں کہ وہ اس امر کے گرد جمع ہوتی ہیں۔ جو ہدایت کا باعث ہو۔ دیکھو خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ یضل بہ کثیرا و یھدی بہ کثیرا کہ

جو چیز ہدایت دینے والی ہوتی ہے

اس کے ذریعہ بہتوں کو ٹھوکر بھی لگتی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم جب بہت بڑی ہدایت لے کر آیا تو اس وقت بڑی ضلالت بھی آئی۔ تورات میں قرآن کریم کی نسبت ہدایت کم تھی اس وقت ٹھوکر بھی کم تھی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم چونکہ ہمیشہ ہمیش کے لئے دنیا کے واسطے نبی بنا کر بھیجے گئے تھے۔ اور آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کر دے۔ اس لئے آپ کے ذریعہ جہاں ہدایت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے کھل گیا ہے۔ وہاں اس ہدایت کا انکار کرنے والوں کے لئے کفر کا دروازہ بھی کھول دیا گیا ہے۔ اب موسوی

شریعت کا انکار کفر نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا زمانہ ختم ہو گیا۔ اور اس کا کمال بھی ختم ہو گیا۔ اب کوئی شخص موسوی شریعت پر چل کر روحانی کمال حاصل نہیں کر سکتا۔ اس کے مقابلہ میں اگر اسلام کے ذریعہ خدا کے قرب کا دروازہ ہمیشہ کے لئے کھولا گیا ہے۔ تو اس کے ساتھ ہی کفر کا دروازہ بھی ہمیشہ کے لئے کھل گیا ہے۔ پس

ہر ہدایت کے ساتھ ضلالت

برابر چلتی ہے۔ اور یہ دونوں متوازی چلتی ہیں۔ کیونکہ جو چیز یھدی بہ کثیرا بھی ہوگی۔ وہ ساتھ ہی یضل بہ کثیرا بھی ہوگی۔ اگر وصیت کا مسئلہ یضل بہ نہ ہوتا تو عقل تسلیم نہ کرتی کہ بھلائی کا باعث بھی ہو سکتا۔ کیونکہ یہ خدا تعالےٰ کی سنت ہے کہ جو چیز ہدایت کا باعث ہوتی ہے اس کے ساتھ ضلالت کا پہلو بھی ہوتا ہے۔ اور خدا تعالےٰ کی سنت بدلا نہیں کرتی۔ اب دیکھو وصیت کس طرح ٹھوکر کا موجب ہوئی ہے۔ پہلے تو دوسروں کو اس سے ٹھوکر لگی۔ انہوں نے کہا روپیہ کمانے کا ڈھنگ نکالا گیا ہے ورنہ کسی زمین میں دفن ہو کر کوئی بہشتی کیونکر ہو سکتا ہے۔ یہ بھی وہی بات ہے۔ جو کسی مقامت پر بہشتی دروازہ بنا کر کہی جاتی ہے۔ کہ جو اس دروازہ میں سے گذر جائے وہ بہشتی ہو گیا۔ اس طرح وصیت بہت سے لوگوں کے لئے ٹھوکر کا موجب ہوئی۔ کیونکہ انہوں نے اس کی حقیقت اور مغز کو نہ سمجھا

وصیت کا ہرگز یہ منشاء نہ تھا

کہ کوئی اس زمین میں دفن ہونے سے بہشتی ہو جائے گا۔ اگر کسی کافر کو رات کے وقت اس میں دفن کر جائیں یا کسی ہندو کو دفن کر دیا جائے تو کیا وہ اس لئے جنتی ہو جائے گا کہ اس جگہ دفن کر دیا گیا ہرگز نہیں۔ نہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ منشاء تھا۔ اور نہ خدا تعالےٰ کا کہ خواہ کوئی کسی طرح

اس زمین میں بیٹھ جائے وہ جنتی ہوگا بلکہ جو اصل منشاء تھا وہ یہ ہے کہ وصیت کے قواعد کو پورا کر کے جو داخل ہوگا وہ جنتی ہوگا۔ گویا

وصیت کے قواعد

کو پورا کرنا علامت ہوگی۔ اس بات کی کہ پورا کرنے والا بہشتی ہے۔ جیسے قرآن کریم میں مومن کی علامتیں بتائی گئی ہیں کہ نماز کا پابند ہو۔ زکوٰۃ دے۔ حج کرے خدا کی توحید پر ایمان لائے۔ رسولوں پر ایمان لائے تو جنتی ہوگا۔ مگر دوسری جگہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والے جنتی ہیں۔ اس کے یہی معنے ہیں کہ ان شرائط کے ساتھ جو اپنے آپ کو وصیت کے لئے پیش کرتا ہے خدا تعالےٰ اسے

جنتیوں میں شمار

کرتا ہے۔ کیونکہ انسان کا دل اس بات کا خواہاں ہوتا ہے کہ اسے کسی طرح پتہ لگے کہ خدا کی رضا اسے حاصل ہو گئی۔ اور ہر زمانہ میں خدا تعالےٰ کی مرضی اور منشاء معلوم کرنے کے ذرائع مختلف ہوتے ہیں۔ اس زمانہ میں بھی خدا تعالےٰ نے اپنے بندوں کے دلوں کی تڑپ معلوم کر کے وصیت کے قواعد کے ذریعہ بتایا کہ اگر تم میں ایسا اخلاص ایسا ایمان اور تعلق باللہ ہو تو سمجھ لو کہ تم جنتی ہو گئے۔ ایک مسلم ہونے کی بات مشتبہ ہے۔

خدا ہی جانتا ہے

کہ تمہارا انجام کیا ہوگا۔

تو یہ ایک ذریعہ ہے جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کون جنتی ہے۔ جیسے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں خدا تعالےٰ نے آپ کی معرفت فرمایا تھا کہ جنت ان کو ملے گی جو

خدا کی راہ میں

مال اور جان دیں گے۔ چونکہ اس وقت جان کی ضرورت تھی۔ اس لئے جان کی بھی شرط تھی۔ اور اس وقت یہی بہشتی مقبرہ تھا۔ اور اس کی علامت یہ تھی کہ

جان اور مال

دیا جائے۔ مگر اب ایسا زمانہ ہے کہ پہلے زمانے کی طرح جانیں دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ اخلاق اور اعمال اور اموال کی قربانی کی ضرورت ہے۔ شاید کوئی کہے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت بہشتی مقبرہ کیوں نہ بنایا گیا۔ تو اس کے متعلق یاد رکھنا چاہیئے کہ اس زمانہ میں حالات ایسے تھے کہ

تاریخی طور پر

بہشتی لوگوں کی قبروں کو محفوظ رکھنا مشکل تھا۔ اس وقت یہ بات نہ تھی کہ دور دراز سے لاشیں لائی جاسکتیں۔ لوگوں میں اتنی جہالت تھی کہ قبروں کو اکھیڑ کر پھینک دینا معمولی بات سمجھتے تھے۔ اس وجہ سے قبریں قائم نہ رہ سکتی تھیں۔ اگر اس زمانہ میں بھی اسی طرح کی سہولتیں ہوتیں جیسی اب ہیں۔ تو ان کے لئے بھی

الگ مقبرہ

تجویز کیا جاتا۔ مگر اس وقت لاشوں کا پہنچانا بہت مشکل تھا۔ اور اب تو ممکن ہے کہ دنیا کے دوسرے سرے سے بھی لاش آجائے۔ ہوائی جہاز کے ذریعہ امریکہ سے دو چار دن میں لاش یہاں پہنچ سکتی ہے۔ اور قبروں کی حفاظت کی جاسکتی ہے۔ اس لئے ظاہری سلامت کے طور پر مقبرہ بہشتی بھی مقرر کر دیا ہے۔ ورنہ مقبرہ بہشتی تو پہلے سے ہی اسلام میں موجود ہے گو

حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے

کہ جنت البقیع میں دفن ہونے والوں کے متعلق رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ جنتی ہیں۔ چنانچہ بعض نادانوں نے جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو یہ

ہوتے تو ہم ان کے متعلق خیال کرتے کہ کافر ہو گئے۔ اُنہوں نے کہا ہم اِس جگہ دفن نہ ہونے دیں گے۔ کیونکہ ان کا خیال تھا کہ جو اس جگہ دفن ہو گا وہ جنتی ہو گا۔ اس وجہ سے وہ جنت کے ٹھیکیدار کہنے لگے۔ دفن نہ ہونے دیں گے۔ انہوں نے یہ اسی لئے کہا کہ اس زمین کے متعلق رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اس زمین میں دفن ہونے والا جنتی ہو گا۔ میں اس کا نام لینا ضروری نہیں سمجھتا نہ اس کا اور نہ اس کا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مقبرہ کے متعلق فرمایا ہے۔ یہ خبر بشارت اور وعدہ اور خبر میں فرق ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ علامتیں بتائی گئی ہیں کہ جب یہ وہ پائی جائیں اس کو پہچان لو کہ جنتی ہو گا۔

پس پہلے تو وصیت سے دوسروں کو ٹھوکر لگی اور یضل بہ کثیرا اس طرح پورا ہوا کہ یہدی بہ کثیرا کب پورا ہو گا

دوسری ٹھوکر کمزور ایمان والوں کو لگی

اُنہوں نے وہی خیال کر لیا جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال سے کمزور ایمان والے مسلمانوں نے سمجھ لیا تھا کہ جو جنت البقیع میں داخل ہو جائے وہ جنتی ہو گا۔ اس لئے انہوں نے خیال کر لیا کہ جو بہشتی مقبرہ میں داخل ہو جائے خواہ کسی طرح داخل ہو وہ جنتی ہو گا۔ یہ خیال کر کے اُنہوں نے دھوکہ سے اس میں داخل ہونا چاہا۔ مثلاً اس طرح کہہ دیا کہ ہمارے مرنے کے بعد اتنی جائداد لے لینا حالانکہ اتنی جائداد ہی نہ تھی۔ اس طرح انہوں نے گویا رجسٹر مقبرہ بہشتی میں اپنا نام لکھانا کافی سمجھا جنتی بننے کے لئے۔ اگر یہی بات ہو کہ جس طرح بھی اس زمین میں کوئی دفن ہو جائے وہ جنتی بن جائے گا تو ہمیں سارا روپیہ ان پر خرچ کرنا پڑے گا کہ مقبرہ کے ارد گرد پہرے دار مقرر کئے جائیں جو بندوقیں لئے کھڑے رہیں تاکہ اس میں کوئی زبردستی دفن نہ کر جائے۔ اور جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ صرف داخل ہو جانے سے ہی جنت مل سکتی ہے وہ رات کو لاش لا کر دفن کر جائیں اس طرح مقبرہ تمسخر اور کھیل بن جاتا ہے۔ پس بعض نے اس طرح ٹھوکر کھائی کہ اس زمین میں دفن ہونے سے انسان جنتی بن جاتا ہے اور اس کے لئے لگے دھوکے کرنے اور بعض نے اس کی غرض اور منشاء کو سمجھ کر دھوکہ کھایا۔ شاید کوئی کہے ادھر جنتی بننے کی خواہش اور ادھر دھوکہ کرنا یہ دونوں متضاد باتیں کس طرح پائی جا سکتی ہیں۔ مگر

یاد رکھنا چاہیئے

کہ جو لوگ ایمان کو کوڑے ٹوٹکے کے طور پر سمجھتے ہیں اور جن کے عقیدہ کی بنیاد عمل پر نہیں ہوتی۔ وہ اسی قسم کی متضاد باتیں جمع کر لیتے ہیں۔ جو اس کا نام لے کر دھوکہ

رہ گئے ہیں۔ مگر ایسے لوگ حقیقت میں سمجھتے ہیں کہ ایسا ہی ہو سکتا ہے۔ اس لئے وہ اپنے نزدیک دھوکہ نہیں کر رہے ہوتے۔ عام مسلمانوں میں یہ خیال پایا جاتا ہے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ سناتے تھے کہ بعض لوگ قرآن کریم کی چوری کو چوری نہیں سمجھتے اور ان کا خیال ہے کہ خدا کا کلام چرانا گناہ نہیں۔ ایک دفعہ ایک دوست کے سپرد کچھ روپے تھے اس نے ذاتی مصارف میں اس خیال سے خرچ کر لئے کہ جب میرے پاس ہوں گے دے دوں گا۔ میرا اس شخص سے بہت تعلق تھا مگر انجمن نے

میں نے ہی سوال اُٹھایا

کہ اس طرح ان کو خرچ نہیں کرنا چاہیئے تھا اس دوست نے بھی اقرار کر لیا کہ غلطی ہو گئی۔ میں جلد روپیہ ادا کر دوں گا۔ مگر ایک اور دوست کھڑے ہو گئے جنہوں نے یہ بحث شروع کر دی کہ یہ غلطی ہے ہی نہیں۔ کیونکہ روپیہ خدا کے لئے جمع کیا جاتا ہے اور یہ بھی خدا کی مخلوق ہیں ان کو ضرورت تھی انہوں نے خرچ کر لیا تو حرج کیا ہو گیا۔ اور اس میں غلطی کیا ہوئی۔ تو ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں۔ حالانکہ یہ واضح بات ہے کہ خدا کے لئے ہی روپیہ جمع کیا جاتا ہے اور سب خدا کے بندے ہیں۔ مگر جب اپنی ذات کے متعلق فیصلہ کرنا ہو تو غلطی کر جاتے ہیں۔ اس کے لئے فیصلہ کرنے والے اور ہونے چاہئیں۔ تو

بسا اوقات انسان سمجھتا ہے

کہ جو کچھ میں کر رہا ہوں دیانتداری کے ماتحت ہے مگر وہ بے وقوفی اور نادانی ہوتی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ جنہوں نے اس طرح مقبرہ بہشتی میں داخل ہونے کی کوشش کی۔ وہ دھوکہ باز تھے۔ بعض سے ان میں ایسے تھے کہ جنہوں نے صرف یہ خیال کیا کہ جنت میں داخل ہونے کے لئے مقبرہ بہشتی میں دفن ہو جانا کافی ہے۔ پھر کیوں نہ ہم دنیا میں جو مال ہے فائدہ اُٹھائیں تجہیز و تکفین لگا کر ایک رنگ میں ان کا ایمان بڑھا ہوا تھا کہ اُنہوں نے سمجھا کہ اگر دھوکہ کر کے بھی مقبرہ میں داخل ہو جائیں گے تو بھی خدا تعالے ہمیں اس میں داخل ہو جانے کی وجہ سے جنتی قرار دے دیگا۔ بے شک ایسے لوگ غلطی پر تھے اور ان کا خیال درست نہ تھا۔ ان کو ضلالت پہنچی اور اُنہوں نے وصیت کا غلط مفہوم لیا اور دھوکہ میں پڑ گئے مگر وصیت سے

سب سے بڑا فتنہ

ایک اور پیدا ہوا جو خیال میں بھی نہیں آ سکتا تھا۔ اور وہ خلافت کے متعلق فتنہ تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خیال بھی نہ ہو گا۔ جب آپ نے وصیت لکھی کہ ایسی جماعت میں پیدا ہو گی جو اس کے ماتحت کہے گی کہ خلیفہ نہیں ہونا چاہیئے۔ مگر اس طرح بھی وصیت ٹھوکر کا باعث ہوئی۔ اور ایسا فتنہ پیدا ہوا جس نے جماعت کو تہ و بالا کر دیا۔ اور ایک وقت تو ایسا آیا کہ سوائے معدودے چند لوگوں کے سب اس طرف ہو گئے کہ خلیفہ کو منتخب کرنا غلط ہے۔ مگر حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی تقریر نے بتا دیا کہ یہ خیال غلط تھا اور خلیفہ کا انتخاب بالکل درست تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد جماعت پر رحمت اور برکات کے نزول کا خاص وقت تھا۔ اور یہ ممکن ہی نہ تھا کہ ماموریت کے فوت ہونے کے معاً بعد جماعت گمراہی اور ضلالت پر جمع ہو۔ کیا یہ ممکن ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے مامور کو اٹھا لیا اور جماعت سب سے زیادہ رحم کی مستحق ہو گئی۔ اس وقت خدا تعالے جماعت کو گمراہ ہونے دے۔ پس درحقیقت

سچا فیصلہ وہی تھا

جو جماعت نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد خلیفہ کے انتخاب کے متعلق کیا۔ لیکن پھر بھی کچھ ایسے لوگ تھے جن کا خیال تھا کہ خلیفہ نہیں ہونا چاہیئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جماعت کے دو ٹکڑے ہو گئے اور ایک ٹکڑا پراگندہ ہو کر جماعت سے باہر چلا گیا۔ پراگندہ میں اس لئے کہتا ہوں کہ اس میں کوئی اتحاد نہیں۔ مگر ان میں سے ایسے لوگ شامل ہیں کہ جو کسی وقت جماعت میں اہمیت رکھتے تھے۔ تو ان کے لئے وصیت ٹھوکر کا موجب ہوئی۔ اور یضل بہ کثیرا ان کے متعلق بھی ظاہر ہوا۔ میں سمجھتا ہوں وصیت کے مسائل بھی ایسے پیچیدہ ہیں کہ آئندہ بھی ٹھوکر کا موجب ہو سکتے ہیں۔ مگر میں

"سرِ دلبراں یاد و بانیدن"

کے مطابق ان کا ذکر نہیں کرنا چاہتا۔

اس وقت میں صرف ایک مسئلہ کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ اور یہ وہ مسئلہ ہے جس کا اس سال (۱۹۶۰ء) کی مجلس مشاورت میں بھی ذکر ہوا تھا کہ

کس قدر آمد پر کوئی شخص وصیت کرے

اور آمد یا جائداد پر وصیت ہو یا نہ ہو۔ میں نے جہاں تک وصیت کو پڑھا ہے کبھی ایک منٹ کے لئے بھی مجھے یہ خیال نہیں آیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اس سے یہ منشاء تھا کہ جو اس زمین میں دفن ہو جائے وہ جنتی ہو گا۔ یہ بات تو ایسی ہے کہ خدا تعالے تو الگ رہا حضرت مسیح موعود کی طرف بھی منسوب نہیں کی جا سکتی۔ یہ وہ تعلیم ہے کہ شروع سے لے کر آخر تک قرآن کریم انکار

کر رہا ہے۔ میں تو یہ سمجھ نہیں سکتا کہ کوئی شخص خدا تعالے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تعلق رکھنے سے تو جنتی نہ ہو سکے۔ لیکن اس زمین میں دفن ہو جانے سے جنتی ہو جائے۔ اس طرح نعوذ باللہ اس زمین کا خدا تعالے سے بھی بڑا درجہ ہوا کہ اس زمین سے تعلق رکھنے والا جنتی بن سکتا ہے اگر خدا تعالے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے تعلق رکھ کر کوئی شخص جنتی نہیں بن سکتا۔ تو پھر اس زمین میں کونسی طاقت ہو سکتی ہے کہ جو اس زمین میں دفن ہو جائے وہ سیدھا جنت میں چلا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ منشاء ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ بات قرآن کریم کی تعلیم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم اور خود وصیت کی تعلیم کے خلاف ہے جو منشاء وصیت کا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک ادنےٰ قربانی پیش کی۔ جو اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ جو شخص اس قدر قربانی کرتا ہے اس کے نفس میں اصلاح ہے جو اتنی قربانی کر دے۔ اس کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ جنتی ہے۔ پس اگر وصیت سے اس قسم کی قربانی مراد ہے تو وصیت کو اس کے ماتحت لانا ہوگا۔ اور جس بات میں قربانی نہ پائی جاتی ہو گی وہ وصیت کے خلاف ہو گی میں اس وقت تفصیلات کے متعلق بولنے کے لئے نہیں کھڑا ہوا جس بات کے بتانے کے لئے کھڑا ہوا ہوں وہ یہ ہے کہ کسی دوست نے بتلایا ہے کہ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ چونکہ آجکل روپیہ کی سخت ضرورت ہے اس لئے وصیت کے نئے معنے کئے جاتے ہیں۔ اور غرض یہ ہے کہ زیادہ روپیہ وصول ہو۔ گو یہ نہایت نامعقول اعتراض ہے مگر میں اس پر بُرا نہیں مناتا کیونکہ میں کسی سے اپنے لئے روپیہ نہیں مانگتا۔

خدا کے دین کے لئے روپیہ کی ضرورت ہے

اور اسی کے لئے میں مانگتا ہوں۔ اگر اس جائداد سے خلیفہ کی ذاتی جائداد بنتی اور اس کے رشتہ داروں کو ورثہ میں ملتی۔ تو اعتراض ہو سکتا تھا کہ میں اپنے لئے روپیہ جمع کرنے کے لئے ایسا کر رہا ہوں۔ لیکن اگر یہ مال دین کی خدمت کے لئے صرف ہوتا ہے۔ اور مجھ کو ذاتی طور پر اس سے کوئی نفع نہیں پہنچتا۔ تو پھر اگر میں وصیت کے ایسے معنے کرتا ہوں جن کی رُو سے خدا تعالے کے دین کے لئے زیادہ روپیہ جمع ہو سکتا ہے تو یہ میرے لئے کونسی شرم کی بات ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی وصیت کی غرض یہی بیان فرمائی ہے۔ کہ روپیہ آئے جو دین کی اشاعت کے لئے خرچ کیا جائے تو پھر ہم نے اگر ایسے معنے کئے کہ زیادہ روپیہ آئے تو یہ کوئی حرج کی بات نہیں

کسی بات سے انسان کی وہ غرض نہیں ہوتی جو مد نظر ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ ایسے مغالطہ کھڑا کرنا چاہتا ہے جس کی وجہ سے دوسروں کو شکنجہ میں کس سکے۔ اور دوسرے ذاتی فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ وصیت کے معاملہ میں یہ دونوں باتیں نہیں ہیں۔ پھر مجھے اس اعتراض پر کیا رنج ہو سکتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر اس رنگ میں ہر بات کو بدلا جائے۔ تو یہ کوئی بھی کہہ سکتا ہے کہ جو لوگ وصیت کے یہ معنی کرتے ہیں کہ خواہ کوئی کتنی ہی قلیل رقم ادا کرے۔ اس کی وصیت ہو جاتی ہے۔ ان کا یہ مقصد ہے کہ وہ بغیر کچھ دیئے مقبرہ میں داخل ہو جائیں۔ اگر ان کا حق ہے کہ یہ کہیں کہ وصیت کے لئے مالی قربانی کو اس لئے قرار دیا جاتا ہے کہ اس سے زیادہ روپیہ وصول ہو۔ تو دوسروں کا بھی حق ہے کہ وہ کہیں کہ ان کا یہ مطلب ہے کہ بغیر کچھ دیئے جنتی ہو جائیں۔ جس شخص نے یہ کہا ہے کہ

وصیت کے نئے معنے

اس لئے کئے جاتے ہیں کہ روپیہ آ سکے۔ اگرچہ اس کا خیال بیہودہ ہے مگر مجھے اس پر غصہ نہیں۔ کیونکہ میں یہی چاہتا ہوں کہ خدا تعالےٰ کے دین کی اشاعت کے لئے زیادہ سے زیادہ روپیہ آئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ؎

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم
گر کفر این بود بخدا سخت کافرم

کہ خدا تعالےٰ کی محبت کے بعد محمد صلعم کے عشق میں مخمور ہوں۔ اگر یہ کفر ہے تو خدا کی قسم میں سب سے بڑا کافر ہوں۔ اسی طرح میں کہتا ہوں اگر وصیت کے ذریعہ خدا تعالےٰ کے دین کی اشاعت کی خاطر مال جمع کرنے سے مجھ پر لالچ کا الزام آتا ہے تو بخدا میں اس سے بھی بڑا لالچی ہوں۔ جس قدر مجھے کوئی کہہ سکتا ہے۔ اگر وصیت کے الفاظ مجھے اجازت دیتے تو میں کہتا کہ ۱/۳ سے کم کی وصیت نہیں ہو سکتی۔ لیکن افسوس الفاظ اس لالچ کی اجازت نہیں دیتے۔ پس مجھے تو خدا کے دین کے لئے روپیہ جمع کرنے کی اس سے زیادہ حرص اور لالچ ہے جس قدر کوئی کہہ سکتا ہے۔ اگر مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منشاء کے خلاف کا خیال نہ ہوتا۔ اور پھر مختلف طبائع کا خیال نہ ہوتا۔ تو میں اس وقت کی ضروریات کے مطابق یہی فیصلہ کرتا کہ ۱/۳ کی وصیت کی جائے۔ اب میں ایسا تو نہیں کہہ سکتا لیکن

میرا عقیدہ یہی ہے

کہ یہ بھی جائز ہے۔ احمدیت ترقی کرے گی جماری جماعت کے لوگوں کی آمدنیاں زیادہ ہوں گی۔ تو اس وقت ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کافی نہ ہو گی۔ اس وقت سلسلہ کی باگ جن کے ہاتھ میں ہو گی۔ وہ اگر وصیت کے لئے ۱/۳ ضروری قرار دے دے تو یہ جائز ہو گا۔ مگر ابھی وہی زمانہ ہے جو حضرت مسیح موعود کے وقت میں تھا۔ اس لئے ابھی یہ حکم نہیں دیا جا سکتا۔ گو دل یہی چاہتا ہے کہ زیادہ روپیہ آئے اور ۱/۳ حصہ کی وصیت کی جائے۔ مگر ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ جب آمدنی زیادہ ہو گی مال و اموال کی کثرت ہو گی۔ اور ۱/۱۰ حصہ داخل کرنا کوئی بات ہی نہ ہو گی۔ اب تھوڑی جماعت ہے۔ جس نے بہت بوجھ اٹھانا ہے اور جماعت کو مختلف قسم کی تکلیفوں کا سامنا ہے۔ لیکن جب اس قسم کی تکلیفیں نہ ہوں گی ایسے زمانہ میں اگر وصیت کے چندہ کو انتہائی حد تک بڑھا دیا جائے۔ تو یہ بھی جائز ہو گا۔ کیونکہ اصل غرض اس سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

مالی قربانی کا موقع

دینا ہے اور مال زیادہ ہو تو زیادہ دینے سے ہی قربانی ہو سکتی ہے۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ فرماتے کہ جو شخص وصیت کے بغیر مرے وہ دوزخی ہے تو میں کہتا وصیت کو وسیع کرو۔ لیکن جب آپ نے یہ نہیں لکھا اور وصیت کے بغیر بھی لوگ جنت میں جا سکتے ہیں تو معلوم ہوا کہ وصیت اعلےٰ درجہ کے لوگوں کے لئے ہے۔ اور اگر کسی وقت ۱/۱۰ حصہ کی قربانی اعلےٰ نمونہ کے لئے کافی نہ ہو تو اس کو بڑھایا جا سکتا ہے۔ میں اس کو جائز سمجھتا ہوں۔ آگے اس وقت کے فقہاء کیا فقاہت کریں گے۔ یہ ان کی بات ہے۔ گو اس اعتراض پر مجھے خوشی ہوئی اگر یہ کسی نے کہا ہے۔ لیکن میں نے خود یہ معترض سے نہیں سنا۔ اس لئے بالکل ممکن ہے قیاس ہے۔ کہ جس دوست نے مجھے یہ سنایا ہے اس کو سمجھنے میں غلطی لگی ہو۔ لیکن اگر یہ صحیح ہے تو میں اعتراض کرنے والے کو

نصیحت کرتا ہوں

کہ بعض الفاظ ایسے ہوتے ہیں کہ جن کے منہ سے نکل جانے کے بعد انسان کو پچھتانا پڑتا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق کسی نے کہا تھا۔ آپ نے انصاف سے مال کی تقسیم نہیں کی۔ آپ نے فرمایا اگر میں نے انصاف نہیں کیا تو اور کون کر سکتا ہے۔ اور پھر فرمایا اس شخص کی نسل سے ایسے لوگ ہوں گے جو دین کو برباد کرنے والے ہوں گے۔ قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ کیسا خطرناک انجام ہوا۔ جو کچھ معترض نے کہا ہے اس کا یہی مفہوم ہو سکتا ہے کہ ہم دین کے لئے زیادہ [illegible] ہیں۔ مگر یہ کونسی بڑی بات ہے۔ جو جائز تدبیر ہو وہ تو ثواب کا موجب ہے۔ مگر ایسی باتیں اپنے نتائج کے لحاظ سے قابل اعتراض ہوتی ہیں۔ مگر اپنے الفاظ کے لحاظ سے نہ ہوں۔ دیکھو

قرآن کریم میں آتا ہے

خدا تعالےٰ مسلمانوں کو فرماتا ہے۔ تم رسول کو راعنا نہ کہو۔ گو تمہاری نیت اس لفظ سے یہ نہیں ہے کہ تم رسول کی ہتک کرو۔ مگر یہ لفظ ہتک کرنے والا ہے۔ اگر تم اس لفظ کو استعمال کرو گے تو تم سے انعام چھین لئے جائیں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالےٰ کو انبیاء کے متعلق کس قدر غیرت ہوتی ہے اور جس طرح اللہ تعالےٰ کو اپنے انبیاء کی غیرت ہوتی ہے گو ان کی ذاتی خوبیاں بہت بڑھی ہوئی ہوتی ہیں۔ اور خلفاء میں ان کے مقابل پر کمزوریاں ہوتی ہیں۔ ان میں انبیاء کی طرح معصومیت نہیں ہوتی مگر جس مقام پر ان کو کھڑا کیا جاتا ہے۔ اس کی غیرت کی وجہ سے ان پر اعتراض کرنے والے بھی ٹھوکر سے نہیں بچ سکے۔ تم میں سے اگر کسی کو

اپنے ایمان کی فکر

نہ ہو تو نہ ہو مگر مجھے ہے۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت جیسی سلامت ایمان والی مجھے ملی تھی۔ اس سے بڑھ کر چھوڑ کر جاؤں۔ میں ایسے الفاظ اپنے منہ سے نہ نکالو جو خدا تعالےٰ کی غیرت کو بھڑکانے والے ہوں۔ اور ایسی باتیں مت کرو جن کا تمہیں صحیح علم نہ ہو۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ھَلْ شَقَقْتَ قَلْبَہٗ۔ کیا تم نے اس کا سینہ پھاڑ کر دیکھ لیا تھا۔ میں کہتا ہوں ایک منافق کو جو حق اسلام دیتا ہے وہ خلیفہ کو بھی ضرور ملنا چاہئے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ایسا منافق جو تلوار سے جنگ کر رہا ہو وہ بھی اگر کہے کہ میں مسلمان ہوں تو اس کی بات کو قبول کر لینا چاہیئے۔ کیونکہ اس کا دل چیر کر کسی نے نہیں دیکھ لیا۔ جب یہ ادنےٰ ترین حق ہے جو اسلام منافق کو بھی دیتا ہے تو میں یہ نہیں سمجھتا کہ خلیفہ ہونے پر یہ حق کیونکر اس سے چھینا جا سکتا ہے۔ پس ایسی باتیں نہ کرو جن کا علم نہ ہو۔ پھر میں اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ

وصیت آزمائش ایمان کا ذریعہ ہے

وصیت پیمانہ ہے ایمان کو ناپنے کا۔ اور وصیت آئینہ ہے اپنی ایمانی شکل دیکھنے کا۔ میں اس کے متعلق کچھ زیادہ نہیں کہتا۔ صرف اتنا کہتا ہوں کہ میں تمہاری نسبت آہستہ کہہ رہا ہوں اس معاملہ کے متعلق۔ اور وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے مابعد میں اصل مسئلہ کے متعلق کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ مجھے ارادہ ہی دوستوں سے مشورہ کرنا ہے۔ مگر میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالےٰ ہماری جماعت کے لوگوں میں

قربانی اور ایثار

کے جذبات پیدا کرے۔ اور ہم اس کے قرب کو حاصل کر سکیں۔ اور اس کے فضلوں کے وارث ہوں۔ (الفضل ۲۷/۹/۱ ص ۵)

اظہار تشکر

مکرم سید غلام مصطفےٰ صاحب مظفر پور کے بڑے صاحبزادہ ڈاکٹر سید یوسف احمد صاحب نے گلاسکو یونیورسٹی سے اعزاز (آنرز) کے ساتھ انجینئرنگ پاس کیا تھا۔ پھر ان کو یونیورسٹی کی طرف سے پی۔ ایچ۔ ڈی کے لئے وظیفہ ملا تھا۔ اب خدا تعالےٰ کے فضل سے انہوں نے ۵۔ ۱۱۔ ۲۱ کو پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کر لی ہے۔ اور اس طرح انجینئرنگ کے ڈاکٹر ہو گئے ہیں۔ اس موقعہ پر مکرم سید غلام مصطفےٰ صاحب نے پانچ روپے شکرانہ فنڈ ادا کئے ہیں۔ بزرگان سلسلہ و احباب سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس کامیابی کو متعلقین کے لئے دینی و دنیوی اعتبار سے بابرکت بناوے۔ آمین۔

خاکسار

عبدالحق فضل مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ مظفر پور

درخواست دُعا

راجہ نذیر احمد خاں صاحب خلف راجہ محمد ایوب خاں صاحب باڑی پورہ گذشتہ کئی دنوں سے بیمار ہیں۔ بیماری کا حملہ شدید اور خطرناک تھا مگر اب دو تین دن سے قدرے آرام ہے۔ احباب جماعت سے استدعا ہے کہ وہ موصوف کے لئے دعا کریں کہ مولا کریم موصوف کو جلد مکمل صحت کامل عطا کرے۔ آمین۔

دعاگو۔ غلام نبی ڈاکٹر احمدیہ

جلسہ سیرت النبیؐ اور جماعت احمدیہ کیرنگ (اڑیسہ)

اس دفعہ جماعت احمدیہ کیرنگ کی طرف سے جلسہ سیرت النبیؐ کا انعقاد بنگھار سنگھ نامی ایک گاؤں میں تھا۔ دن کے ۱/۲ ۱ بجے پانچ افراد پر مشتمل ایک وفد بذریعہ سائیکل جلسہ کے لئے ضروری سامان اور روشنی کے لئے پیٹرومکس وغیرہ لے کر کیرنگ سے روانہ ہوا۔ راستہ کی خرابی کے باوجود تقریباً ۱/۲ ۴ بجے دس گیارہ میل کا فاصلہ طے کر کے بنگھار سنگھ پہنچ گیا۔ اس گاؤں میں ہمارے ایک مخلص احمدی صالح خان صاحب رہتے ہیں۔ ان کی سرتوڑ کوشش کے نتیجہ میں شام تک جلسہ کے تمام انتظامات مکمل کر لئے گئے۔

نماز مغرب و عشاء خاکسار نے اس گاؤں کی ایک مسجد میں جمع کر کے پڑھائی۔ بعد ازاں جلسہ کی کارروائی ایک کھلی جگہ پہ زیر صدارت جناب گورکھ بہاری داس جو اس گاؤں کے رئیس اور معزز شخص ہیں شروع ہوئی۔ تلاوت قرآن کریم منشی ضیاء الدین خان صاحب پوسٹماسٹر نے کی۔ بعد ازاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدح میں ایک اڑیہ نظم مکرم احسان الحق خان صاحب نے خوش الحانی کے ساتھ پڑھ کر سنائی۔

پہلی تقریر "آنحضرتؐ کی پاکیزہ سوانح حیات" پہ مکرم خلیل احمد خان صاحب نے کی۔ ان کی مختصر سی تقریر کے بعد خاکسار نے آنحضرت صلعم کی قوت قدسی۔ اخلاقی معاشرتی۔ تمدنی۔ صلہ رحمی۔ حلیمی غربا پروری۔ وفاداری۔ بنی نوع انسان کی خیرخواہی سخاوت و شجاعت۔ قوت برداشت اور عفو کشی کے موضوع پر قریباً ۱/۲ ۱ گھنٹہ تک تقریر کی۔ جس کو سامعین نے جن میں گاؤں کے تمام مسلمانوں کے علاوہ کثرت سے ہندو بھی شریک تھے۔ بڑی سنجیدگی اور متانت کے ساتھ سنا۔

خاکسار کی تقریر کے بعد مکرم منشی ضیاء الدین خان صاحب پوسٹماسٹر نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے "اعلےٰ مقام" کے موضوع پر اپنی تقریر شروع کی۔ اور تفصیل کے ساتھ اس پر روشنی ڈالتے ہوئے بڑی خوبی کے ساتھ اپنی تقریر کو نبھایا۔ بعض ہندوؤں نے کچھ اعتراضات بھی کئے۔ جن کے تسلی بخش جوابات ہمارے نوجوانوں نے دیئے۔ جس سے غیر احمدیوں پر بھی اچھا اثر رہا۔

بفضلہ تعالےٰ ہمارا یہ مبارک جلسہ بخیر و خوبی رات ۱/۲ ۱۰ بجے اختتام پذیر ہوا۔ اور رات گیارہ بجے ہم لوگ سائیکل پر سوار ہو کر کیرنگ کے لئے روانہ ہوئے اور قریباً ۱/۲ ۱ بجے بخیریت کیرنگ پہنچ گئے الحمدللہ ثم الحمدللہ۔

خاکسار

سید محمود مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ

مقیم کیرنگ (اڑیسہ)

مظفرپور میں سیرت النبیؐ کے جلسے

۱۔ ۲۲ر جولائی بعد نماز مغرب لجنہ اماءاللہ مظفرپور کے زیر اہتمام احمدیہ مسلم مشن مظفرپور میں سیرت النبیؐ کے موضوع پر ایک جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں تلاوت قرآن کریم کے بعد امۃ العزیز و امۃ القدیر سلمہا نے درثمین کی بعض نظمیں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں پڑھ کر سنائیں۔ اور سیرت کے موضوع پر ایک مضمون نسیم فاطمہ صاحبہ نے پڑھ کر سنایا۔ بعدہٗ خاکسار نے آدھ گھنٹہ تک رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے عورتوں پر احسانات کے عنوان پہ تقریر کی۔ اور بعد دعا اجلاس برخاست ہوا۔

اجلاس میں احمدی مستورات اور بچیوں کے علاوہ محلہ کی شیعہ و سُنّی مستورات نے بھی کثیر تعداد میں شرکت کی۔ حاضرات میں مٹھائی بھی تقسیم کی گئی۔

۲۔ محترم ڈاکٹر سید منصور احمد صاحب کے دولتکدہ پہ ۲۶ر جون بعد نماز مغرب جلسہ سیرت النبیؐ منعقد ہوا۔ جس کی صدارت محترم ڈاکٹر صاحب موصوف نے کی۔ احمدی احباب کے علاوہ بعض غیر احمدی معززین اور ایک غیر مسلم ڈاکٹر صاحب نے بھی شرکت فرمائی۔ ایک گھنٹہ تک خاکسار نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ کے موضوع پر تقریر کی۔ بعد دعا بخیر و خوبی اجلاس اختتام پذیر ہوا۔ اور حاضرین کی تواضع ناشتہ و چائے سے کی گئی۔

احباب کرام سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان اجلاسات کے بہتر نتائج ظاہر فرمادے۔ آمین۔ والسلام

خاکسار عبدالحق فضلی مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ

مظفرپور بہار

آپا عائشہؓ

از محترم چوہدری احمد جان صاحب امیر جماعت احمدیہ راولپنڈی

آپا عائشہ جو خاندان حضرت مسیح پاک میں خالہ عائشہ کے نام سے معروف تھیں محترم مولانا رحمت علی صاحبؓ سابق مبلغ انڈونیشیا کی بیوی حضرت بابا محمد حسن صاحب واعظ رضی اللہ عنہ جن کو اللہ تعالےٰ نے سب سے اوّل وصیت کرنے کی سعادت بخشی اور جن کا وصیت نمبر ۱ تھا۔ کی بہو اور حضرت منشی عبدالعزیز صاحبؓ اوجلوی جن کا شمار ۳۱۳ صحابہ رضی اللہ عنہم میں تھا۔ کی بیٹی اور حضرت مولوی محمد الدین صاحب سابق مبلغ لندن امریکہ حال ناظر تعلیم کی نسبتی بہن تھیں وہ لاہور سے اپنے چھوٹے بیٹے کے اصرار پر تبدیلی آب و ہوا کے لئے مورخہ ۲۴ر اپریل بروز منگل صبح ۸ بجے بذریعہ تیز رو عازم مری ہوئیں۔ مندرہ اسٹیشن پر پہنچ کر طبیعت کسی قدر خراب ہو گئی۔ اور چک لالہ کے قریب ٹرین ہی میں تین بجے بعد دوپہر قلب کی حرکت ساقط ہو جانے کی وجہ سے اپنے مالک حقیقی سے جا ملیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اطلاع ملنے پر میت راولپنڈی اسٹیشن سے گھر لائی گئی۔ احباب جماعت نے اس صدمہ کو اپنا صدمہ سمجھتے ہوئے پوری ہمدردی سے خدمت کی۔ روانگی سے قبل ۱/۲ ۱۰ بجے رات نماز جنازہ ادا کی۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ گیارہ بجے رات بذریعہ ٹرک براستہ ربوہ روانگی ہوئی۔ اور خوش قسمتی سے ایسے وقت پر ربوہ ۲۵ر اپریل ۶۲ء بروز بدھ پہنچے جبکہ احباب ابھی جلسہ سیرت النبیؐ کے آخری خطاب کے سننے میں محو تھے اختتام جلسہ پر ہزارہا اہالیان ربوہ نے نماز جنازہ ادا فرمائی۔ بعد از نماز ظہر اس مرحومہ کے جسد عنصری کو بہشتی مقبرہ ان کی آخری آرامگاہ میں سُلا دیا گیا۔ اور وہ اس مرکب کے ذریعہ جسے عرف عام میں موت کے نام سے پکارا جاتا ہے اپنے مالک حقیقی کے پاس ابدی زندگی بسر کرنے کے لئے جا پہنچیں۔

مرحومہ کے خاوند اپنی زندگی کے قریباً نصف سے زیادہ عرصہ اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے اپنے گھر سے باہر خدمت دین بجا لاتے رہے۔ اس لمبے عرصہ غیر حاضری میں مرحومہ نے نہایت صبر و استقلال اور عفت شعاری سے اچھی زندگی بسر کی اور ہر وقت خود کو بھی دین کے لئے اپنے آپ کو محو رکھا۔ اکثر بچوں عورتوں کو قرآن کریم پڑھانے۔ لجنہ اماءاللہ کی زیر نگرانی بہنوں سے وصولی چندہ اور دوسرے نیک کاموں میں مصروف رہنا ان کی عادت ثانیہ بن چکی تھی۔

حضرت مسیح پاک کے خاندان کے افراد خصوصاً حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی خدمت کا جذبہ تو عشق کی حد تک پہنچا ہوا تھا۔ اسی کی وجہ سے ان کو ہر موقعہ پہ خدمت بجا لانے کی سعادت حاصل ہو جاتی۔ ان کا حضرت اُم ناصر کے ساتھ بہناپا تھا۔ میاں اظہر احمد صاحب کی رضاعی والدہ ہونے کا شرف حاصل تھا۔ خدمت گذاری کا پہلو بے حد نمایاں تھا۔ جس کے ذریعہ مخلوق خدا کی ہمدردی میں اکثر منہمک رہتی تھیں۔ دوسرے ناداروں کی خفیہ مدد کرنے کے لئے تیار رہنا بھی کرنے میں خاص شغف تھا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ مدارج بلند فرمائے۔ اور ان کی اولاد کو ان کی نیک صفات سے متصف فرمائے۔ آمین۔

تمام رشتہ دار جو اس موقعہ پر ربوہ پہنچے حضرت امیرالمومنین نے سب کی مہمان نوازی فرما کر ہمدردی کا سلوک فرمایا۔ جزاہ اللہ تعالےٰ۔

خاکسار

احمد جان ۵۴/R سید پوری گیٹ راولپنڈی

حضور کی صحت کے لئے دعا اور صدقہ

اخبار الفضل کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی طبیعت پھر دوبارہ ناساز ہے۔ جماعت احمدیہ یادگیر کی جانب سے ۷ر جولائی بعد نماز جمعہ ایک بکرا صدقہ دیا گیا۔ اور دعا کا اعلان کیا گیا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمارے پیارے آقا کو کامل صحت اور شفا یابی اور کام کرنے والی لمبی زندگی عطا فرمائے۔ آمین۔

خاکسار بشیرالدین احمد

قائد مجلس خدام الاحمدیہ یادگیر

(میسور اسٹیٹ)

مسئلہ تثلیث ۔ موجودہ مسیحیت کی رگِ حیات

از مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی

(قسط نمبر ۶)

قسطنطین پر انکشاف حقیقت!

ان اسقفوں کی سلامت روی سے جب یہ طوفان ختم گیا اور سارے بشپ اپنے اپنے علاقے کو چلے گئے۔ تو اس کے بعد ہی لوگوں نے قسطنطین کے دربار میں یہ عجیب تبدیلی دیکھی کہ اس نے اپنے دربار کو اثاناسیوس اور اس کے ہم خیالوں کے اثرات سے پاک و صاف کر دیا۔ اثاناسیوس کا ایک رفیق ہوسیوس ری لاوڈ (HOSIUS) اسقف قرطبہ جو دربار کا سب سے بڑا بااثر پادری تھا دفعتہً غائب ہو گیا۔ اور دو سالوں کے بعد یوسی بوس آف نکومیدیا جو ایریوس کا حامی تھا۔ اور جس کو قسطنطین نے اکثریت کے فیصلہ کا احترام کرتے ہوئے جلا وطن کر دیا تھا۔ دربار میں نظر آنے لگا۔ چند ہی دنوں کے بعد ایریوس کی جلا وطنی کا حکم بھی منسوخ ہو گیا۔ اور اب وہ بھی دربار قسطنطین میں ایک معزز پادری کے طور پر شرکت کرنے لگا۔ آہستہ آہستہ قسطنطین کی طبیعت میں اتنی تبدیلی ہوئی کہ اس نے اثاناسیوس کو حکم دیا کہ وہ ایریوس کو اسکندریہ کے چرچ میں عبادت کرنے دے۔ ورنہ اس کو جلا وطن کر دیا جائے گا۔

یہ حالات بالکل غیر متوقع اور ڈرامائی انداز میں کچھ اس طرح ہوئے کہ اثاناسیوس اور تمام ثالوثی فرقہ اس کا کوئی مداوا نہیں کر سکا کہتے ہیں کہ قسطنطین کے خیالات کو بدلنے میں اس کی بہن کا بھی بڑا حصہ تھا اور سا تھ اپنے بھائی کو سمجھایا اور ایک مرتبہ یہ بھی کہا کہ مجھ کو ایک رویا میں بتایا گیا ہے کہ ایریوس حق پر ہے۔

. . . بہن نے قسطنطین کو ایک رویا میں بھی سمجھایا ہو لیکن زیادہ معقول بات یہ ہے کہ قسطنطین نے مجلس نیقیہ میں اثاناسیوس اور اس کے ساتھیوں کا رنگ ڈھنگ دیکھ کر محسوس کر لیا تھا کہ یہ گمراہ اور بد عقیدہ لوگ ہیں۔ مگر اس وقت ان کی اکثریت تھی اس کا ساتھ دیا گیا بلکہ ہمیشہ حکمرانوں کا یہ طریقہ ہے کہ وہ امن و انتظام برقرار رکھنے کیلئے عموماً اکثریت کا ساتھ دیا کرتے ہیں۔ لیکن جب ... نے ان اسقفوں کو کھلا پلا کر رخصت کر دیا تو اب حالات پر سنجیدگی سے غور کرنے کا موقعہ ملا۔ وہ خورد و نوش کے بعد ایریوس کا ہم خیال ہو گیا۔ اور ایریوس اور اس کے ساتھیوں کی ... پر جو پابندیاں لگائی تھیں وہ ہٹا لیں۔

اثاناسیوس کا انجام

اس کے بعد پھر تو اب وقت آیا کہ جس طرح مجلس نیقیہ میں ایریوس کو ملزم قرار دیا گیا تھا۔ اسی طرح مجلس سیلان میں اثاناسیوس کو مجرم قرار دیا گیا۔ ایریوس کی تو محض اس کے عقیدے کی بنا پر تکفیر کی گئی تھی مگر اثاناسیوس پر قتل۔ خیانت اور بدکاری کے الزامات لگے۔ آخر کار وہ اسکندریہ کے تختِ بطریقی اور مرقس حواری کے مقدس گرجا سے بہت ذلت کے ساتھ نکالا گیا۔ اور بادشاہ کے حکم سے گال کی طرف جلا وطن کر دیا گیا۔

اس کے بعد بادشاہ نے کبھی ثالوثی فرقے کی طرف توجہ نہیں کی۔ اثاناسیوس نے بہت جتن کئے کہ کسی طرح وہ گھڑی کے لئے بادشاہ سے ملاقات ہو جائے مگر بادشاہ نے کبھی اس سے ملاقات نہیں کی ایک مرتبہ وہ قسطنطین کا راستہ روک کر بھی کھڑا ہو گیا اور باریابی کی اجازت چاہی۔ مگر بادشاہ نے اس کو اپنے قریب بھی آنے کی اجازت نہیں دی۔

قسطنطین کا بپتسمہ لینا

ثالوثیوں نے جب ایک گہری سازش کے ماتحت ایریوس کو زہر دے کر ہلاک کر ڈالا۔ اور اس کی اس غیر طبعی موت کو قہر الٰہی کی علامت ٹھہرا کر قسطنطین کو ڈرایا۔ تو بادشاہ اس وقت بھی ثالوثیوں کی اس چال میں نہیں آیا۔ اور یوسی بوس آف نکومیدیا جس طرح پہلے اس کے دربار کا سب سے بڑا پادری تھا۔ ایریوس کی وفات کے بعد بھی رہا پھر جب ۳۳۷ء میں قسطنطین بیمار پڑا اور اس کو زندگی کی امید نہیں رہی تو اس نے "نوشیان شہید" کے گرجا میں اسی یوسی بیوس آف نکومیدیا کے ذریعہ بپتسمہ لیا۔ جو ایریوسی فرقے کا سب سے ممتاز ممبر تھا۔

ان شہادتوں سے ظاہر ہے کہ کونسل آف نائسیا "میں ثالوثیوں نے جس عقیدے پر اتفاق کیا تھا۔ وہ مسیحیوں کا متفقہ عقیدہ نہیں تھا۔ خود قسطنطین بھی اس عقیدے کے حق میں نہیں تھا۔ وہ ایریوسیوں کی طرح موحد تھا اور اس نے موت کے وقت بپتسمہ بھی اسی پادری سے لیا جو توحید کا قائل تھا

انجام آتھم کا حوالہ

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی "انجام آتھم" کے حاشیہ صفحہ ۲۶-۲۷ پر لکھا ہے کہ قسطنطین اور اس کے بعد جتنے مسیحی بادشاہ روم کے تخت پر بیٹھے سب موحد تھے۔ ہرقل جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں روم کا بادشاہ تھا۔ اور جس کو آپ نے قبول اسلام کی دعوت دی تھی۔ وہ بھی موحد تھا۔ نجاشی بادشاہ حبش (ابی سینیا) بھی خدا کی وحدانیت پر ایمان رکھتا تھا۔

یہ عقیدہ تثلیث کی سرگذشت ہے اس سے ظاہر ہے کہ یہ عقیدہ دو مختلف دوروں سے گزرا ہے۔ پہلا دور پولوس رسول کا تھا۔ اس دور میں تثلیث کی تعریف نظریۂ ہمہ وجودیت کے مطابق کی جاتی تھی اس نظریئے کے مطابق وجودِ مطلق ایک ہی ہے۔ باقی مخلوق اس کے اجزا ہیں۔ ان میں جو جزو زیادہ مقدس ہے۔ وہ ابن اللہ کہلاتا ہے لیکن دوسرا دور جو اثاناسیوس کا دور ہے اس میں عقیدہ تثلیث کی تعریف بالکل اور ڈھنگ سے کی گئی ہے۔ اس کو ہم "وحدت جوہریت" اور "وحدت الوہیت" کا دور کہہ سکتے ہیں۔ اس دور میں باپ اور بیٹا یعنی خدا اور مسیح کو ایک جوہر قرار دیا گیا۔ اور باپ بیٹا اور "روح القدس" تینوں کو الوہیت میں شریک و سہیم سمجھا گیا۔ اصل و نقل کی تفریق چھوڑ دی۔ اور مسیح کی تعریف میں کہا گیا کہ "وہ اصلی خدا ہے اصلی خدا کا"۔ پولوس رسول کے نظریئے کے مطابق یسوع مسیح کو بطور استعارہ "خدا کی قوت و شبیہ" کہہ سکتے تھے۔ جیسے ایک مرتبہ مجلس نیقیہ میں ایریوس نے اثاناسیوس کے جواب میں کہا تھا۔ اور دلیل کے طور پر انجیل کی یہ آیت پیش کی تھی۔ کہ "انسان خدا کا جلال اور اس کی شبیہ" ہے۔ لیکن چوتھی صدی عیسوی میں ثالوثیوں نے تشبیہ اور استعارہ کو ایک تکلیف بے جا کہہ کر جناب یسوع مسیح کو اصلی خدا کے تخت پر بٹھا دیا۔ اور اب بات استعارے سے اصل اور مجاز سے حقیقت کی طرف منتقل ہو گئی۔

کشتی نوح اور انجام آتھم کا حوالہ

پولوس رسول اور اثاناسیوس کی جدت طرازیوں کے بعد اب ہم اصل مقصد کی طرف آتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تثلیث کی ایجاد کے دو الگ الگ زمانوں کا ذکر کیا ہے "کشتی نوح" میں تو آپ نے اس کا موجد پولوس کو قرار دیا ہے اور انجام آتھم میں لکھا ہے کہ اس کی ایجاد چوتھی صدی عیسوی میں ہوئی۔ اس جگہ آپ نے اثاناسیوس اور ایریوس کے مناظرے اور کونسل آف نائسیا کے فیصلے کا بھی حوالہ دیا ہے۔

پہلے اور پر عقیدہ تثلیث کی جو سرگذشت سنائی ہے۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ آپ نے تثلیث کی ایجاد کے دونوں زمانوں کی ٹھیک ٹھیک نشاندہی کی ہے۔ پہلے دور کا عقیدہ بھی منجر الی الشرک تھا۔ مگر اس میں استعارہ۔ کنایہ اور تاویلات کی گنجائش تھی لیکن دوسرے دور میں شرک سے فرار کے سارے راستے مسدود کر دیئے گئے۔ اور یسوع مسیح کو حقیقی خدا بنا کر شرک کی دعوت عام کر دی گئی۔

الوہیت مسیح پر تبصرہ

چوتھی صدی عیسوی میں جب ثالوثیوں کے دربار سے جناب یسوع مسیح کو ترقی عطا کی گئی۔ اور انہیں تخت الوہیت پر بٹھایا گیا۔ تو اب دین مسیحی میں الوہیت مسیح ایک مستقل اور سب سے اہم موضوع بن گیا۔ ثالوثیوں نے جناب مسیح کو اس چوکی پر بٹھانے کے لئے بہت سے نئے نئے جتن کئے۔ کبھی ان کی بن باپ ولادت خدائی کے ثبوت میں پیش کی گئی اور کبھی معجزات و خوارق کی باتیں حالانکہ انہیں معلوم ہے کہ جناب مسیح سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام صرف بن باپ ہی نہیں۔ بلکہ بن ماں باپ محض خدا کے پھونک مارنے سے مٹی کے ایک ڈھیر سے پیدا ہو گئے تھے۔ پھر ملک صدق و سالم صرف بن باپ ہی نہیں بلکہ بے نسب نامہ بھی ہے۔ اس کی زندگی کا شروع ہے نہ عمر کا اخیر۔ (عبرانیوں ۷) اس آیت میں اس کو خدا کے بیٹے کے مشابہ بھی ٹھہرایا گیا ہے۔

معجزات مسیح کی حقیقت

رہ گئیں معجزات و خوارق کی باتیں۔ تو یوں یہ باتیں "نئے عہد نامے" میں مذکور ضرور ہیں۔ لیکن جب ان روایات پر "تنقیدی نظر" ڈالی جاتی ہے۔ تو یہ ساری روایات عقل و درایت کے اعتبار سے مجروح و مشکوک ہو جاتی ہیں۔ یہ بات کون سی عقل سلیم تسلیم کر سکتی ہے کہ جناب مسیح چلتے پھرتے۔ سر راہے جھیل کے کنارے۔ اور پہاڑ کی چوٹی پر تو معجزات دکھاتے پھرتے ہوں۔ لیکن جب ان سے فقیہوں اور فریسیوں نے معجزات کا مطالبہ کیا تو کوئی معجزہ دکھانے کی بجائے سخت کلامی پر اتر آئے۔ حالانکہ معجزہ دکھانے اور اپنے دعاوی پیش کرنے کا نہایت نادر موقعہ تھا۔ کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام صرف چرواہوں اور جنگلیوں کو عصا اور ید بیضیہ کا معجزہ دکھاتے پھرتے تھے۔ یا انہوں نے یہ معجزات دکھانے کے لئے فرعون کا دربار زیادہ موزوں سمجھا

اب اگر متی وغیرہ کی شہادت درست ... مسیح نے درجنوں معجزات دکھائے تو کیا وجہ ہے ... اور نولیسوں کو اپنی صداقت کا کوئی ... سکتے؟

اور شکست خوردہ آدمیوں کی طرح بدزبانی پر اتر آئے۔ حالانکہ نفسیاتی اعتبار سے معجزہ نمائی کا یہی موقعہ تھا۔ اگر کوئی آدمی سزائے موت کے وقت استقامت اور جواں مردی کے ساتھ دعوتِ حق دے۔ اور لوگوں کو اپنے منصب العین کی طرف بلائے تو چند منٹوں کی تقریر زندگی بھر کی تقریروں سے زیادہ مؤثر ہوتی ہے۔

معجزاتِ مسیح پر تبصرہ

جناب مسیح کے معجزات ایک سے تین کا تعلق تو احیاء موتیٰ سے ہے۔ اگر اس کو ظاہر پر محمول کیا جائے۔ تو یہ اسی قسم کے واقعات ہونگے جیسے کنواری مریم کا حمل اور یسوع مسیح کی بن باپ ولادت کہ یہ نادر الوقوع ضرور ہیں۔ مگر احاطۂ قوانین قدرت سے باہر نہیں۔

اس قسم کی باتیں گو شاذ سہی لیکن ہے آج کل بھی ظہور میں آجاتی ہیں۔ مگر اس زمانے اور زمانہ مسیح میں فرق ہے کہ آج کل علم طب بہت ترقی کر گیا ہے اور بیماری کے مخفی سے مخفی اور باریک سے باریک اسباب کا بھی پتہ لگا لیا جاتا ہے۔ مگر زمانۂ مسیح میں علم طب نے اتنی ترقی کی تھی۔ وہ گہری غشی اور موت کے درمیان بھی فرق نہیں کر سکتے تھے۔

وزیر تعلیم آندھرا پردیش کا حادثہ

ابھی آندھرا پردیش (دلچسپ) کے وزیر تعلیم کو کار کا جو حادثہ پیش آیا۔ جس کے نتیجے میں آپ بیہوش ہو گئے۔ اور چالیس دن تک بیہوش ہی رہے۔ اسی دوران میں پنڈت جواہر لال نہرو کی وفات ہوئی۔ ہندوستان کی لیڈرشپ بدلی۔ مگر ان کو کچھ خبر نہیں۔ کیا زمانۂ مسیح کے لوگ ایسی غشی اور موت کے درمیان فرق کر سکتے تھے۔

جاپانی عورت کی بیہوشی

ایک عجیب خبر جاپان کی ہے۔ ایک عورت کی ہے وہاں کے ایک ہسپتال میں آٹھ مہینوں سے یہ عورت بے ہوش پڑی ہے۔ ۱۹ جون ۱۹۶۶ء کو اس عورت کے پیٹ سے ایک بچہ پیدا ہوا۔ اس وقت عورت نے صرف اتنی حرکت کی کہ بچے کو گود میں لینے کے لئے اپنا داہنا ہاتھ ہلایا۔ کیا زمانۂ مسیح میں ایسی غشی اور موت کے درمیان فرق کیا جا سکتا تھا۔ خیر ان کا زمانہ تو دو ہزار سال پہلے کی بات ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں تحریر حفظان صحت کا بھی کوئی معقول انتظام نہیں تھا۔ یروشلم جیسے مشہور و معروف شہر میں لنگڑے، لولے، اندھے، کوڑھی، مرگی مارے مارے پھرتے تھے۔ کوئی حوض کے کنارے نسا لہامالی شفا کی امید میں بیٹھا رہتا تھا۔ اس زمانے کا ذکر تو جانے دیجئے آج کل جب شہر، قصبے اور گاؤں گاؤں شفا خانے موجود ہیں۔ اگر کوئی سا مریض کسی انارخانہ کے سپتے چڑھ جائے تو وہ بھی اس کو

مُردہ سمجھ کر فوراً دفن کر دے گا۔

نئے عہد نامے میں احیاءِ موتیٰ کے جو تین واقعات آتے ہیں وہ اسی قبیل کے ہیں کسی ڈاکٹر نے ان کی موت کی تصدیق نہیں کی تھی۔ وہ دونوں بے ہوش تھے۔ ان پر غشی کا سخت دورہ پڑا تھا۔ یا سکتہ کی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ حضرت مسیح نے جو علاج دان آدمی تھے اپنی نظر توجہ سے ان کی غشی دور کر دی۔ جو لوگ اس غشی کی کیفیت سے واقف نہیں تھے۔ ان کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ آپ نے مُردہ زندہ کر دیا۔

یہ تو خیر سادہ لوحوں اور ان پڑھوں کی بات ہوئی۔ بعض اوقات تو اچھے اچھے ڈاکٹر بھی دھوکے میں آجاتے ہیں

بمبئی کا واقعہ

بمبئی کے ایک ہسپتال کا واقعہ ہے کہ ایک مریض کے متعلق ڈاکٹروں نے یہ فیصلہ کر دیا کہ وہ مر چکا ہے۔ اس مُردے کو جب اسٹریچر پر لٹا کے زینے سے نیچے لانے لگے۔ تو اس اتار چڑھاؤ میں اس کو پے در پے جھٹکے لگے اس مُردے نے جھٹکے کھاتے ہی آنکھیں کھول دیں۔ دوسرے دن تمام شہر میں یہ خبر پھیل گئی کہ فلاں ہسپتال میں ایک مُردہ زندہ ہو گیا۔ مگر ڈاکٹروں نے اس کی تردید کی۔ اور کہا کہ دوبارہ تحقیقات کے بعد معلوم ہوا کہ وہ شخص مرا نہیں تھا۔ اس میں زندگی کی رمق باقی تھی۔ جھٹکے کھانے کے بعد اس کا دورانِ خون معمول پر آگیا اور وہ زندہ ہو گیا۔

ایک طبیب کا کارنامہ

اس سلسلہ میں بعض ڈاکٹروں اور طبیبوں نے تو نہایت اعلیٰ ذہانت کا ثبوت دیا ہے۔ "ہمدرد صحت" دہلی میں ایک واقعہ شائع ہوا تھا کہ ایک طبیب اپنے مکان کی چھت پر ٹہل رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ کچھ لوگ ایک عورت کی لاش لئے جا رہے ہیں۔ اس پر کچھ پھول بھی پڑے ہیں۔ اور وہ مُرجھا رہے ہیں۔ طبیب نے چھت سے اتر کر وہ لاش زمین پر رکھوائی اور کیفیت پوچھی۔ یہ کب مری ہے۔ یہ پھول اس پر کب ڈالے گئے ہیں۔ اس کے بعد اس نے لاش کے وارثوں سے کہا کہ میرا خیال ہے کہ اس عورت میں ابھی جان باقی ہے۔ مجھے علاج کی اجازت دیجئے طبیب نے اس لاش کا اچھی طرح معائنہ کیا۔ پھر ایک موٹا سا ستوا منگوایا جس سے بورے سئے جاتے ہیں۔ اور وہ ستوا ایک خاص جگہ عورت کے پیٹ میں چبھو دیا۔ پس ایسا ہوا کہ وہ مُردہ عورت فوراً اٹھ بیٹھی۔ لوگ حیران و ششدر کہ اس طبیب نے کیا معجزہ کر دکھایا مگر اس میں معجزے کی کیا بات تھی۔ اس طبیب سے پوچھئے اس نے بتایا کہ میں نے پھول دیکھ کر یہ معلوم کیا کہ یہ عورت زندہ ہے۔ اگر عورت بالکل بے جان ہوتی تو اس کے جسم کی ٹھنڈک سے ان پھولوں کو

دیر تک تر و تازہ رہنا چاہیئے تھا۔ مگر میں نے دیکھا کہ یہ تازہ پھول مرجھا رہے ہیں اس سے سمجھا کہ اس عورت میں ابھی زندگی کی حرارت موجود ہے۔ پھر جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ یہ عورت حاملہ ہے اور سات آٹھ مہینوں کا بچہ اس کے پیٹ میں ہے تو میں نے خیال کیا کہ بچے نے گھوستے گھوستے ماں کا دل پکڑ لیا ہے اور اس پر یہ کیفیت طاری ہو گئی ہے۔ میں نے جب بچے کو سوئی چبھوئی تو اس نے حرکت کی اور ماں کا دل چھوڑ کے اپنی جگہ پر آگیا۔ اور ماں زندہ ہو گئی۔

اب انجیل نویسوں کے قول کے مطابق اس واقعہ کے معجزہ ہونے میں کیا شبہ ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ کوئی معجزہ تھا نہ "قوت الوہیت" بلکہ ذہین طبیب کا ایک کمال تھا

ان واقعات سے ہم یہ معلوم کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں کہ انسان پر موت کی سی کیفیت طاری ہونے کے بعد بعض مخصوص حالات میں زندگی کا تار باقی رہتا ہے اور اس کی مدد سے ایسے مردوں میں دوبارہ زندگی کی روح پھونکی جا سکتی ہے۔

شفا بخش معجزات

یہی حال بیماروں کو شفا دینے کا ہے۔ نئے عہد نامے میں اس قسم کے لگ بھگ پندرہ واقعات کا ذکر کیا گیا ہے۔ اگرچہ یہ الگ الگ معجزات سمجھے گئے ہیں۔ مگر ان میں کچھ ایسی یک رنگی و یکسانیت پائی جاتی ہے کہ اگر ہم چاہیں تو ان تمام واقعات کو ایک ہی خانے میں رکھ سکتے ہیں۔

میرے نزدیک ان واقعات کا مسیح کی الوہیت سے کوئی تعلق نہیں۔ یروشلم کے مسیح ان بزرگ صوفیاء میں سے معلوم ہوتے ہیں جو روحانی علوم کے ساتھ علم طب میں بھی کامل دسترس رکھتے تھے تاکہ انسانی آدمیوں کو مخلوق خدا سے سچی ہمدردی ہوتی ہے۔ اس لئے وہ علم ادیان کے ساتھ علم ابدان بھی سیکھتے ہیں۔ کہ وہ دونوں طریقوں سے مخلوق کی خدمت کر سکیں۔ پھر ان میں اور دوسرے اطباء میں یہ فرق ہوتا ہے کہ یہ علم توجہ کے بھی ماہر ہوتے ہیں۔ جس کے ذریعہ کبھی کبھی مریض ظاہری علاج و دوا کے بغیر بھی شفایاب ہو جاتا ہے۔ اس قسم کے صوفی طبیبوں کا ہر مذہب کی روایات میں پتہ چلتا ہے۔ خود مسلمان صوفیا بھی علم طب سے واقفیت اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے ضروری سمجھتے تھے۔ اور اگر ہم جماعت احمدیہ میں اس کی نظیر ڈھونڈیں تو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۂ اول رضی اللہ عنہ فن طب میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ اور ہمارے موجودہ امام عالی مقام بھی اس فن میں پوری مہارت رکھتے ہیں

یہ تو پرانے بزرگوں کی سیرت ہے۔ اب تو علم توجہ فن طب کا ایک مستقل موضوع بن گیا ہے۔ اس فن کے ماہروں نے بڑے بڑے شفا خانے کھول رکھے ہیں۔ جن کی روداد بڑی دلچسپ ہوتی ہے۔ ان کا طریق علاج بھی جناب مسیح کے طریقۂ علاج سے ملتا جلتا ہے۔ جس طرح آپ بیماروں سے کہتے تھے کہ "چل تو اچھا ہو گیا" آج کل کے مسمرائزر وغیرہ بھی اسی قسم کا کوئی جملہ کہہ کر مریض کو متاثر کرتے ہیں۔ اور وہ شفایاب ہو جاتا ہے۔

اسی طرح پانی پر چلنے کا بھی "قوت الوہیت" سے کوئی تعلق نہیں۔ ہندوستان میں ایسے ایسے تیراک موجود ہیں جو حقہ اور چلم لے کر دریا میں کود جاتے ہیں۔ اور پانی کی سطح پر اطمینان سے آگ سلگا کر حقے کے کش پر کش لگاتے جاتے ہیں۔ دیکھنے میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص پانی پر بیٹھا ہے

معجزات پر ایمان

یہ بات واضح کر دوں کہ میں روحانی قوتوں یا کرامات و معجزات کا منکر نہیں۔ البتہ مجھے اس بات سے انکار ہے کہ کرامات دکھانے والا قوتِ الوہیت کا مالک ہوتا ہے۔ میرا عقیدہ تو یہ ہے کہ ایسی خارق عادت باتیں دکھانے کے لئے نبوت کیا اسلام بھی شرط نہیں ہے۔ ہر انسان میں ایسے کمالات حاصل کرنے کی مخفی طاقتیں موجود ہیں۔ نیک و خدا ترس لوگ نیک طریقوں سے یہ کمالات حاصل کرتے ہیں۔ اور دوسرے لوگ مشق و مہارت کے ذریعہ۔

اولیاء اسلام کی کرامات

جناب مسیح کے سیرت نگار قرآن کے دو دو معجزات بجا کر بے قابو ہو گئے۔ اگر ان کے مقابل اولیاء اسلام کی کرامات مرتب کی جائیں تو دفتر کے دفتر تیار ہو جائیں اور بقول شخصے ان کے رکھنے کے لئے دنیا میں جگہ نہ ہو۔ چونکہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو اپنے روزِ ظہور سے نشانات دکھاتا چلا آرہا ہے۔ اور آج تک امت محمدیہ میں کروڑوں ایسے برگزیدہ انسان پیدا ہو چکے ہیں۔ جن کے ذریعہ خدا نے اپنے وجود کی نشانیاں دکھائی ہیں۔ اور یہ سلسلۂ نشان نمائی قیامت تک جاری رہے گا۔ (باقی)

ولادت

قادیان یکم اگست مکرم برادرم چودھری نذیر احمد صاحب طالب کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے شادی کے انیسویں سال مورخہ ۲۷ جولائی کو بچی عطا فرمائی۔ بچی کی ولادت امرتسر کے لال ہسپتال میں اپریشن کے ذریعہ ہوئی۔ زچہ و بچہ بفضلہ تعالیٰ صحتمند ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں اولادِ نرینہ سے بھی نوازے۔ آمین۔ احباب بچی کی صحت و سلامتی اور درازیٔ عمر کے لئے بھی دعا فرمائیں۔ (ایڈیٹر)

حاسدینِ محمود کی شکست اور ذلّت

از مکرم چوہدری عنایت اللہ صاحب مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ دارالسلام ٹانگانیکا افریقہ

ایک عرصہ سے اس عاجز کا ارادہ تھا کہ شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کی خلافتِ حقّہ سے دشمنی کے باعث اُنہیں جو طرح طرح سے ذلّت اُٹھانی پڑی اُس کے وہ حصّے جو عاجز کے علم میں قومی امانت ہیں اُنہیں کسی وقت سپردِ قلم کردوں لیکن اس خیال سے کہ شاید صبح کا بھولا شام کو واپس گھر آجائے لکھنے میں تاخیر ہوتی گئی۔ اب یہ معلوم کرکے کہ مصری صاحب کو ابھی اپنی فتح کا زعم ہے۔ اُنہیں اپنے خواب وغیرہ پورے ہونے کا بھی دعویٰ ہے اور وہ ہمارے پیارے امام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کو شکست خوردہ تصوّر کرتے ہیں ضروری سمجھا کہ حق کی تائید میں سچی گواہی دوں تا میں خداوند کریم کے حضور قصوروار نہ ٹھہروں اور سعید روحیں برکاتِ خلافتِ حقّہ سے مستفید ہو کر نورِ احمدیت سے منور رہیں۔

ہمارے پیارے آقا کے متعلق مصری صاحب یا اُن کی اہلیہ صاحبہ کے کچھ خواب یا الہام کیا حقیقت رکھتے ہیں۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ہزاروں مخلصین کے لاکھوں خوابوں کشوف اور الہامات کی ایک عظیم الشان فوج کمربستہ کھڑی ہے جو ان کی سرکوبی کے لئے کافی ہے۔ خود اس عاجز احقر العباد کو خداوند کریم نے بیسیوں مواقع پر خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے افراد کے بارہ میں بشارات سے نوازا۔ اور حضرت قمر الانبیاء مرزا بشیر احمد صاحب اور حضرت مصلح الموعود ایدہ اللہ الودود کی زندگی کے اہم واقعات کی وقت سے پہلے خبر دی۔ اور سینکڑوں مواقع پر حضور کی دعا اور توجہ کی برکت سے اس ذرّہ ناچیز کی مشکلات دُور فرمائیں تو پھر میرے جیسے ہزاروں کمزوروں پر یہ افضالِ الٰہی کی شب و روز بارش کیوں ہو رہی ہے؟ مصری صاحب کو بڑے غور اور فکر سے اپنی حالت پر نظرِ ثانی کرنا چاہیئے۔ صرف تحدیثِ نعمت کے طور پر دو کشف بیان کئے دیتا ہوں۔

(۱) ۱۹۳۴ء میں حضور کے اعلان تحریک جدید فرمانے سے کئی ماہ قبل جبکہ عاجز کی عمر ابھی صرف ۱۴ سال تھی خداوند علیم و خبیر نے مجھے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی شکل میں دکھلایا۔ قد دراز تھا جسم نہایت مضبوط اور آپ دشمن سے جہاد کرنے کے لئے تلوار تیز فرما رہے تھے۔ اس کے چند ماہ بعد حضور نے الہامی تحریک یعنی تحریک جدید کا اعلان فرمایا۔ اور حضور نے ساری دُنیا میں تبلیغ اسلام۔ ہاں قیامت تک کے لئے تبلیغ اسلام کی مضبوط بنیاد رکھ دی اور عملاً یہ اولوالعزم روحانی جرنیل ساری دُنیا سے مقابلہ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی طرح فاتح ہو کر سیف اللہ ہوا۔

(۲) ۱۹۴۳ء میں جن دنوں یہ ناچیز بدوران فوجی ملازمت ٹانگانیکا میں شہر موشی سے باہر ۱۲ میل دور فوجی کیمپ میں رہا کرتا تھا اور مہینہ میں ایک دو بار ہفتہ اور اتوار کے دن بغرض تبلیغ شہر میں آیا جایا کرتا تھا خداوند کریم نے اس عاجز کو کشف میں دکھایا کہ یہ عاجز قادیان دارالامان میں صحن مسجد اقصیٰ میں ہزاروں افراد کے درمیان بیٹھا ہوا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی تقریر کا انتظار کر رہا ہے۔ دیکھا تو منبر پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کھڑے ہیں۔ قد معمول سے لمبا صحت بہت عمدہ اور چہرہ سے نور کی شعاعیں نکل رہی ہیں اور گرم کپڑے کا لمبا چوغہ لباس کے اوپر زیبِ تن ہے تفہیم ہوئی کہ یہ چوغہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہے۔ تقریباً ایک برس بعد حضور نے خداتعالےٰ سے حکم پاکر (انا المسیح الموعود مثیلہٗ وخلیفتہٗ) اپنے مصلح موعود ہونے کا اعلان فرمایا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

لیکن معاندین کی آتشِ حسد اور بھی تیزی سے بھڑکنے لگی اور اُنہوں نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ یہی وہ موعود مصلح ہے کہ جس کے بارہ میں خداوند بزرگ و برتر نے پہلے سے "ظالم کباب ہوگا" کی خبر بھی دی تھی۔

جناب مصری صاحب نے یہ لکھ کر کہ حضرت میاں صاحب کے قبضہ میں وہی حربے تھے جن کے ذریعہ یہ اپنے ساتھ اختلاف کرنے والے کو اپنے آگے جھکنے اور معافی مانگنے پر مجبور کر دیتے تھے۔ یعنی بائیکاٹ اور اس کے جلو میں مختلف قسم کی ایذا رسانیاں اور دوسرے معاشی ذرائع سے محروم کر دینا۔ چنانچہ مجھ سے قبل متعدد اشخاص انہی دو حربوں کا شکار ہو جانے کی وجہ سے اور ان سے پیدا شدہ مشکلات کی تاب نہ لا کر ان سے معافی طلب کرنے پر مجبور ہو چکے تھے۔ بہت بڑا ظلم کیا ہے اور درحقیقت ثابت کیا ہے کہ انہیں محض رزق کی کشادگی کی ہوس ہی ہمیشہ بغضِ محمود پر مائل کرتی رہی ہے۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ایسے افراد پر بزدلی اور زر پرستی کا الزام لگانا کہ جنہوں نے کچھ عرصہ کے لئے کسی غلط فہمی، سادہ لوحی، شامتِ اعمال یا موردِ ابتلاء ہونے کے باعث خلیفہ وقت سے اختلاف کیا اور حق کھل جانے پر محض للہ تائب ہو کر حق کی طرف رجوع کیا بہت بڑا ظلم اور اُن تمام ایسے لوگوں پر جنہوں نے بعد میں اصلاح کرلی اپنی برتری جتلانے اور طعنہ زنی کرنے کے مترادف ہے۔

ہماری جماعت تو ہے ہی غریب۔ ہمارے مرکز میں ملازمین کی تنخواہیں اور مرکز میں بسنے والے لوگوں کی آمدنیاں بھی باقی دُنیا میں بسنے والے دنیا داروں کی آمدنیوں سے بہت کم ہیں۔ خدام سلسلہ عالیہ احمدیہ و شمع خلافت احمدیت کے بیتاب پروانے ایسی کشادگی رزق کو جو مصری صاحب کو اب لاہور میں حاصل ہوئی ہے۔ لات مار کر ہی تو درِ خلافت پر دُھونی رمانے آتے ہیں۔

ایسے لوگوں کے متعلق کہ جو قبول احمدیت کے وقت ساری دُنیا کے بائیکاٹ سے نہ ڈرے۔ جنہوں نے اپنوں بیگانوں کی مسلسل ایذا رسانیوں کی ذرّہ بھر پرواہ نہ کی۔ جنہوں نے حق کو قبول کرنے میں انتہائی ذلّت کو حقیقی عزت اور ہر قسم کے دنیوی نقصان کو عین راحت و آرام جانا یہ خیال کرنا کہ وہ محض ایک شہر یا ایک جماعت کے بائیکاٹ یا ایذا رسانی کی تاب نہ لاکر حق سے منحرف ہو گئے۔ ایسا بے بنیاد الزام ہے کہ جسے عقلِ سلیم تو تسلیم کرنے کو تیار نہیں البتہ یہ الزام خود مصری صاحب کی ذہنیت کا آئینہ دار ضرور ہے۔

ہمارے پیارے امام ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے شاندار دورِ خلافت میں دُنیا بھر میں جماعت احمدیہ کو حیرت انگیز ترقی ہوئی اس کا تو آج دشمن بھی معترف ہے۔ جناب مصری صاحب کی شکست فاش بھی کوئی چھپی ہوئی چیز نہیں تاہم اسے ذرا اور واضح کرنے کے لئے ذاتی علم کی بنا پر اس کے بعض پہلوؤں پر روشنی ڈالنا ضروری سمجھتا ہوں۔

جن دنوں جناب مصری صاحب نے ہمارے پیارے امام پر طرح طرح کے الزامات تراشنے شروع کئے تھے۔ مکرم جناب ڈاکٹر فضل دین صاحب مرحوم رضی اللہ تعالےٰ عنہ مشرقی افریقہ میں ہوا کرتے تھے اُن کے چھوٹے بھائی یعنی اس عاجز کے بہنوئی مکرم جناب ڈاکٹر احمد دین صاحب احمدی آف یوگنڈا۔ یوگنڈا میں تھے۔ ڈاکٹر فضل دین صاحب کی بڑی لڑکی کی شادی چونکہ مصری صاحب کے بڑے لڑکے کے ساتھ ہوئی تھی اس لئے رشتہ داری کے تعلقات کی بنا پر مصری صاحب نے اُنہیں ورغلانے کی انتہائی کوشش کی۔ انہیں پیغام صلح کے علاوہ خطرناک جھوٹا لٹریچر بھیجتے رہے جس کا ڈاکٹر صاحب اور اُن کے چھوٹے بھائی پر بھی اثر تھا۔

ان دنوں یہ ناچیز خادمِ محمود ایدہ اللہ الودود خداوند کریم کے حضور جماعت اور اپنے خاندان کے لئے اور خصوصاً اپنی ہمشیرہ صاحبہ عزیزہ اپنے بہنوئی اور اُن کے بھائی ڈاکٹر فضل دین صاحب کے لئے دعائیں کیا کرتا تھا کہ خداتعالےٰ انہیں اپنے فضل اور رحم سے مصری صاحب کے فتنہ سے محفوظ فرمائے۔ ان دنوں خداوند کریم نے اس عاجز کو خواب میں دکھایا کہ "جناب حضرت میر قاسم علی صاحب مرحوم رضی اللہ تعالےٰ عنہ اپنے اخبار فاروق کے دفتر کے نزدیک ایک برتن سے اُنڈیل کر پانی پلا رہے ہیں اور ڈاکٹر صاحب نے چُلّو سے جھک کر پانی پیا"۔ اس خواب سے مجھے کسی قدر تسلی ہوئی کہ انشاء اللہ ڈاکٹر فضل دین صاحب انجام کار حق اور باطل میں تمیز کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

پھر خداوند کریم نے اس عاجز کو دکھایا کہ "شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری ریتی چھلّہ کے قریب قادیان میں کھڑے ہیں۔ اور ڈاکٹر فضل دین صاحب اُن کے ساتھ ہیں۔ میں اُس گلی کی طرف کو جو احمدیہ بازار مسجد مبارک اور دارالمسیح کی طرف جاتی ہے۔ بڑ کے درخت کے نیچے کھڑا ہوں میں نے ڈاکٹر صاحب کو اپنی طرف بُلایا تو وہ مصری صاحب کو چھوڑ کر میری طرف آگئے اور مجھ سے معانقہ کیا"۔ اب بفضلہ تعالےٰ مجھے اطمینان ہو گیا اور ہمیشہ یقین رہا کہ مکرم ڈاکٹر فضل دین صاحب خلافتِ حقہ سے منسلک ہو جائیں گے۔

خداتعالےٰ کی قدرت کہ بالکل خلافِ توقع اچانک ۱۹۳۶ء کے آخر میں اس عاجز کے مشرقی افریقہ جانے کے سامان پیدا ہوگئے اور یہاں آکر میں نے مصری صاحب کی شکست اور ذلّت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور معتبر ذرائع سے سُنا کہ مصری صاحب کو کیسے تازیانۂ عبرت لگے جنہیں وہ پاکستان جا کر بھی نہ بھول سکے۔ عاجز انشاء اللہ العزیز دکھائے گا کہ کس طرح سلسلہ کے بعض صاحب حیثیت مخلص دوستوں کو مصری صاحب اور اُن کی اولاد نے روحانی اعتبار سے تباہ و برباد کرنے کی کوشش کی لیکن فتح آخر ہمارے آقائے نامدار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پسر موعود کی ہوئی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

نومبر ۱۹۳۴ء میں جب یہ عاجز قادیان دار الامان سے روانہ ہوکر براستہ بمبئی بندرگاہ ممباسہ پہنچا اُن دنوں جناب ڈاکٹر فضل دین صاحب زنجبار میں رہا کرتے تھے اور عاجز کے بہنوئی جناب الحاج ڈاکٹر احمد دین صاحب احمدی کمپالہ یوگنڈا میں پریکٹس کیا کرتے تھے۔ ہم دوسرے یا تیسرے دن بذریعہ ریل اس KAMPALA کمپالہ پہنچے۔ چند روز میں معلوم ہوگیا کہ مصری صاحب کے جھوٹے پراپیگنڈا کا عاجز کی ہمشیرہ صاحبہ اور بہنوئی پر بھی اثر تھا۔ بدقسمتی سے انہیں اخبار الفضل نہ آتا تھا اور صرف پیغام صلح اور مصری صاحب کا غلط پراپیگنڈا انہیں پریشان کر رہا تھا۔ جونہی عاجز یوگنڈا پہنچا عاجز کی ہمشیرہ صاحبہ اور بہنوئی صاحب دونوں کی طرف سے سلسلہ سوال وجواب شروع ہوگیا۔ دن رات مصری صاحب کے اعتراضات زیر بحث آنے لگے لیکن خدا تعالیٰ جب اس عاجز نے صحیح حالات اور اپنے چشم دید واقعات بیان کئے۔ اور تقریباً ہر بات کا جواب اپنی شہادت رؤیت سے دیا تو میرے بزرگ بہنوئی اور بہن حقیقت کو جلد سمجھ گئے۔ اور مصری صاحب کا مکڑی کا جالا برکات خلافت کے ایک ہی جھونکے سے ٹوٹ گیا۔ پہلے عاجز کی ہمشیرہ صاحبہ نے دربار خلافت میں لکھا اور گذشتہ تمام بدظنیوں پر جو غلط فہمی کی بنا پر تھیں عاجزانہ معذرت کی نیز خلافت ثانیہ سے وابستگی کی یقین دہانی اور خاتمہ بالخیر کے لئے درخواست دعا کی۔ میرے بہنوئی جناب الحاج ڈاکٹر احمد دین صاحب احمدی نے بھی دامن خلافت کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ لیا اور زنجبار سے ڈاکٹر فضل دین صاحب کو حقائق کی روشنی میں تبادلہ خیالات کے لئے بلایا۔ اب میرے بہنوئی اور ہمشیرہ کے سامنے مقرر کے دو راستے تھے۔ آخر ڈاکٹر صاحب سمجھ گئے کہ یہ دونوں میاں بیوی خلافت کے ساتھ مضبوطی سے وابستہ ہیں اور مایوس ہوکر کمپالہ سے چلے گئے۔ لیکن دونوں بھائیوں کے درمیان خط وکتابت جاری رہی۔ ڈاکٹر فضل دین صاحب زنجبار سے واپس یوگنڈا آکر کمپالہ میں پرائیویٹ پریکٹس کرنے لگے۔ اب دینوی نوکری سے فارغ ہوکر اس عاجز کو مسیح محمدی کے محمود پسر موعود کی روحانی فوج میں بھرتی ہوکر بین زندگی وقف کرکے یہیں مشرقی افریقہ میں بطور مبلغ تعینات ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ مبلغ بننے سے پہلے اور مبلغ بن کر بھی ڈاکٹر فضل دین صاحب کی غلط فہمیاں دور کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ اکثر اُن سے اکیلے مل کر تبادلۂ خیالات کرتا۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے حقیقی عشق تھا۔ اور آپ حضور علیہ السلام کا ذکر ہمیشہ چشم پُر آب ہوئے بغیر کبھی نہ کر سکتے تھے۔ اب ان کی سعادت اور اخلاص عود کرنے لگا۔ اور اُن کی آنکھوں سے باوجود بعض غلط فہمیوں اور اختلافات کے بھی حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے ذکر پر محبت سے آنسو آنے لگتے۔ آخر انہوں نے حضور کو خلیفہ برحق تسلیم کر لیا لیکن ابھی مصلح موعود نہ مانتے تھے۔ ایک موقعہ پر جب عاجز نے اُن سے مخاطب ہوکر کہا کہ بھائی جان آپ کو یاد ہوگا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ آپ حضور کو خلیفہ برحق مانتے ہیں لیکن مصلح موعود نہیں! کہنے لگے ہاں!! اس پر میں نے کہا کہ پیغامی دوست حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مجدد برحق مانتے ہیں لیکن ایسا مجدد جس نے امتی نبوت کا (العوذ باللہ من ذالک) جھوٹا دعویٰ کیا بالکل اسی طرح اب آپ حضرت خلیفۃ المسیح کو خلیفہ تو مانتے ہیں لیکن ایسا خلیفہ کہ جس نے خدا تعالیٰ پر جھوٹ باندھ کر مصلح موعود ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ اس پر آپ بالکل خاموش ہو گئے۔ آنکھیں نیچی کر لیں۔ اور کہا کہ اچھا میں سوچوں گا۔

ایک مرتبہ میں نے اُن سے دریافت کیا بھائی جان! آپ سچ بتائیں کہ جب سے آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح سے تعلق منقطع کیا ہے آپ کی اولاد نے دینداری میں ترقی کی ہے یا تنزل۔ تو ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا کہ ان میں تو اب کچھ بھی نہیں رہا۔

دوبارہ بیعت خلافت کرنے سے پہلے بھی ڈاکٹر فضل دین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد کی عزت اور احترام موجود تھا جسے مصری صاحب اور ان کے بچوں کے مسموم لٹریچر نے کسی حد تک دبا دیا تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے اپنی شہادت سے پہلے لیکن اپنے والد صاحب کی وفات کے بعد خود مجھے عزیزم صلاح الدین صاحب ولد ڈاکٹر فضل دین صاحب نے جو مصری صاحب کے داماد ہیں کمپالہ میں اپنے گھر پر اپنے والد صاحب کی لکھی ہوئی وصیت دکھائی تھی جس میں لکھا تھا کہ اگر تم پاکستان جاؤ تو ربوہ ضرور جانا اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحب سے ملنا۔ اگر ہو سکے تو خلیفۃ المسیح کو بھی ملنا۔ لیکن افسوس کہ عزیز نے اپنے والد کی اس وصیت پر عمل نہ کیا اور اس روحانی نعمت سے محروم ہوگیا۔ خدا تعالیٰ انہیں بھی جلد اپنے مرحوم والدین کے نیک تجربہ سے فائدہ اٹھا کر دامن خلافت سے وابستہ ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

ڈاکٹر فضل دین صاحب مرحوم رضی اللہ عنہ کی اہلیہ صاحبہ کی وفات زنجبار میں ہوئی تھی اور مجھے اُن سے تبادلہ خیالات کا موقع نہ ملا لیکن خود ڈاکٹر صاحب مرحوم نے مکرم جناب ڈاکٹر احمد دین صاحب آف کمپالہ کے سامنے بیان کیا کہ میری بیوی نے اپنی وفات سے پہلے مجھے صاف کہہ دیا تھا کہ میں حضرت صاحب (یعنی حضرت مرزا محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی) میں بالکل کوئی قصور نہیں دیکھتی" گویا موت سے پہلے مرحومہ بھی دل سے مصری صاحب سے بیزار ہوچکی تھیں۔ تمام احمدی دوستوں کا ان لوگوں سے میل جول تھا۔ اور یہ لوگ جماعت کے تنخواہ دار ملازم بھی نہ تھے۔ پھر یوگنڈا یا زنجبار میں تھے کونسے بائیکاٹ سے جیسے کہ انہوں نے گھٹنے ٹیکے اور کونسی ان کی روزی بند کی گئی تھی۔ صرف اور صرف ایک وجہ تھی اور وہ یہ کہ مصری صاحب اور ان کے چند ساتھیوں نے اپنے دام فریب سے ان سادہ لوحوں کو دھوکہ دے رکھا تھا۔ ایک فریب تھا جس کا پردہ چاک ہوتے ہی مومن نادم ہوکر تائب ہوتے گئے۔ مہینے اور پھر سال گذرتے گئے۔ جماعت کے دوسرے مبلغین کرام بھی اپنے طور پر ڈاکٹر فضل دین صاحب کو سمجھاتے رہے اور معمر دوستوں مکرم جناب ڈاکٹر احمد دین صاحب۔ مکرم جناب ڈاکٹر لعل دین احمد صاحب۔ مکرم جناب بھائی محمد حسین صاحب کھوکھر اور مکرم جناب مرزا عبد الغنی صاحب نے بھی خاص توجہ فرمائی آخر بفضلہ تعالیٰ ڈاکٹر فضل دین صاحب نے بھی مصری صاحب کے دام سے نجات پائی۔ اور وفات سے پہلے حضرت محمود ایدہ اللہ الودود کے ہاتھ پر اپنی کوتاہیوں اور سابقہ لغزشوں سے تائب ہوکر دوبارہ عہد بیعت باندھا۔ الحمد للہ اُن کا انجام بخیر ہوا۔ اور آپ احمدیہ قبرستان کمپالہ یوگنڈا میں مدفون ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اب مصری صاحب کی شکست اور ذلت کا ایک دوسرا پہلو ملاحظہ فرمائیں۔

جن دنوں یہ عاجز موشی میں نوخ میں ہوا کرتا تھا مصری صاحب کے لڑکوں میں سے ایک بشیر مصری اروشہ آغا خان سکول میں ہیڈ ماسٹری کیا کرتا تھا۔ اروشہ موشی سے صرف ۵۰ میل کے فاصلہ پر ہے اور اسیشن کا کثرت سے وہاں آنا جانا تھا۔ سکول میں لڑکے اور لڑکیاں سب پڑھتے ہیں سکول والوں نے انہیں بدچلنی کے الزام میں برطرف کر دیا۔ ایک دوسرے لڑکے نے کمپالہ ٹیچر ٹریننگ کالج میں پڑھانا شروع کیا۔ اور کمپالہ میں اُن کی بعض ناقابل بیان حرکات کے باعث اُن کے والد صاحب کی بھی ہوکر ان دنوں یوگنڈا میں بھی بڑی ذلت ورسوائی ہوئی۔

خلافت حقہ کی مخالفت میں مصری صاحب کے لڑکوں کا کسی حد تک تذکرہ ہوچکا اور کچھ آگے آئے گا۔ خود ڈاکٹر فضل دین صاحب مرحوم رضی اللہ عنہ کا دماغ اُن دنوں جبکہ آپ مصری صاحب کے فتنہ کا اثر تھا کسی حد تک خراب ہوگیا تھا اور میری ہمشیرہ صاحبہ اور بہنوئی اُن کا علاج معالجہ اور خدمت کیا کرتے تھے۔

عزیزم صلاح الدین صاحب ولد ڈاکٹر فضل دین صاحب مرحوم کو بھی مصری صاحب کی لڑکی سے رشتہ ہوجانے کے بعد دماغی توازن قائم نہ رہنے کے باعث کمپالہ گورنمنٹ ہسپتال میں الیکٹرک shocks دیئے گئے تھے۔

مصری صاحب کی بڑی بہو صاحبہ یوگنڈا سے اکیلی بغیر پردہ کے انگلینڈ گئیں اور اس سفر کی خبر ننگے منہ فوٹو چھپوا کر روزنامہ انگریزی میں شائع کرائی۔

مصری صاحب کے بڑے لڑکے نے اخبار ایسٹ افریقن سٹینڈرڈ (؟) میں اپنے سُنّی ہوجانے کا اعلان کرایا اور دوسرے احمدیوں کو بھی گمراہ کرنے کی پوری پوری کوشش کی۔

شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری کیلئے تازیانہ ہائے عبرت

۱۹۶۲ء میں مصری صاحب کا یوگنڈا میں آنا یہی تھا کہ اُن کے بڑے لڑکے بشیر مصری نے جو کچھ عرصہ سے اپنے سُنّی مسلمان ہوجانے کا اعلان کر چکے تھے۔ اور جنہوں نے اپنے والد صاحب کی طرح رزق کی کشادگی کا دروازہ کھولنے کے لئے احمدیت کے خلاف باقاعدہ مہم شروع کر رکھی تھی ایک مقدمہ شروع کر دیا۔ بشیر مصری یوگنڈا لیجسلیٹو کی رکنیت کا خواب دیکھ رہے تھے۔ انکے مدمقابل دوسرے امیدوار جناب میجر عصمت اللہ صاحب دین تھے۔ اب بشیر مصری کو یہ سوجھی کہ کامیابی کے لئے احمدیت سے تائب ہونے کا اعلان ضروری ہے۔ جنہوں نے احمدیت سے تائب ہونے کا اعلان کر کے دیکھ لیجئے دنیا سے ڈرنے والے اور زندہ مال پر مرنے والے خلیفۂ وقت کے آگے نہیں جھکے بلکہ کثرت کے آگے جھکتے ہیں۔ میجر عصمت اللہ صاحب دین پر مقدمہ دائر کر دیا کہ چونکہ میجر صاحب نے مجھے قادیانی کہا ہے حالانکہ میں سُنّی ہوں اور قادیانی کافر ہوتے ہیں (نعوذ باللہ) لہٰذا میجر صاحب نے میری توہین کر کے میری شہرت کو نقصان پہنچایا ہے۔ یہ محض جھوٹ تھا۔ مقدمہ شروع ہوا۔ باوجود کئی ماہ کی مہلت ملنے کے مصری صاحب کا لڑکا اپنی طرف سے عدالت میں ایک بھی گواہ پیش نہ کر سکا جس پر فاضل جج نے تمام ہرجانہ بشیر مصری پر ڈال کر مقدمہ خارج کر دیا۔

خداوند علیم وحکیم نے مصری صاحب کی آنکھیں کھولنے کے لئے اُن کے یوگنڈا آنے سے پہلے ہی تازیانہ عبرت تیار کر رکھا تھا لیکن افسوس انہوں نے اس سے بھی سبق حاصل نہ کرنا تھا سو نہ کیا۔

میجر عصمت اللہ صاحب دین جو خود سُنّی ہیں عدالت میں یہ بات ثابت کرنے کے لئے

کہ احمدی کا ذہنیں جابت ہوئی ہا ایک زقہ بھی پبلشیر مصری مدعی کے والدین یعنی شیخ عبدالرحمن صاحب مصری اور اُن کی اہلیہ صاحبہ کو بطور گواہ عدالت میں بلانے کا ارادہ رکھتے تھے اسلئے مختلف ذرائع سے مُدعی اور مدعا علیہ کے مابین سمجھوتہ کرانے کی بے حد کوشش کی گئی کہ کسی طرح یہ باپ بیٹا ذلت و رسوائی سے بچ جائیں لیکن آسمانی فیصلہ کو کون بدل سکتا ہے؟

لڑکوں کی بیدینی اور بدنامی کی خبروں سے مصری صاحب کو اپنے خاندان کے روحانی مستقبل پر توجہ نہ رہا ہوگا۔ تاہم معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے جماعت احمدیہ اہل پیغام لاہور کو یہاں سے اس بڑھاپے میں بڑی خوشکن جھوٹی رپورٹیں بھجوائیں اور درخواست کی کہ مجھے پاکستان واپس آنے سے پہلے ذرا انگلستان کا تبلیغی دورہ کرنے کی بھی اجازت دی جائے۔ جماعت لاہور نے حسن ظنی سے کام لیتے ہوئے جلدی میں بخوشی منظور کر کے مصری صاحب کی انگلستان کے لئے ہوائی جہاز میں سیٹیں بُک کرا دیں۔ لیکن بعد میں جب اہل پیغام کو علم ہوا کہ درحقیقت مصری صاحب نے یوگنڈا میں ہرگز کوئی تبلیغی کام نہیں کیا۔ تو فکماً اُن کی انگلستان کی بکنگ Cancel کر کے انہیں بذریعہ سمندری جہاز واپس پاکستان بلا لیا گیا اور اس طرح مصری صاحب مایوس ہو کر شکست خوردہ ناکام و نامراد شرقی افریقہ سے واپس لاہور چلے گئے۔ ادھر غلامان خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ پہلے سے بھی بڑھ کر اسلام کے نور کو پھیلانے میں سرگرم عمل ہیں۔

درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے آجتک ہم نے جس شخص کا بھی مصری صاحب سے کوئی تعلق دیکھا ہے اُسے روحانیت سے بالکل عاری پایا ہے۔ اور جونہی اُن سے الگ ہو کر نظام خلافت سے کوئی وابستہ ہو جاتا ہے پھر وہی پہلی روحانی تازگی اور زندگی پیدا ہو جاتی ہے۔ دوسری طرف دُنیا کے تقریباً ہر ملک میں حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے قائم کردہ مشنوں اور نظام کی برکت سے نسل ادر قوم کے مختلف طبقوں کے چھوٹے بڑے احباب روز بروز حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی برکات و فیوض سے حصہ پانے کے لئے احمدیت کے سایہ دار درخت کے نیچے جمع ہو رہے ہیں۔

بفضلہ تعالیٰ یہ لوگ نفوسطے اور تعلق باللہ کے بلند مقام پر قائم ہیں۔ کاش وہ لوگ جو ابھی قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آ دیں اور دیکھیں کہ کس شان سے آج یہ عظیم الشان الٰہی نشان کہ "قومیں اس سے برکت پائیں گی" حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرزند گرامی ارجمند حضرت مرزا محمود احمد صاحب کے ذریعہ روز روشن سے بھی بڑھ کر پورا ہو رہا ہے۔

ہمیں تو یہاں ایک ایک افریقن احمدی کے چہرہ میں بھی صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور نشان مصلح موعود ایدہ اللہ الودود کا جلوہ نظر آ رہا ہے لیکن افسوس کہ مصری صاحب کو شامت اعمال کہاں سے کہاں تک لے گئی۔

مشرقی افریقہ کا ہر افریقن احمدی دل و جان سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی زیارت کا مشتاق ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ ان میں سے ایک مخلص دوست یعنی مکرمی رشیدی مسیبا صاحب اسی سال ماہ نومبر ۶۴ء میں اپنے خرچ پر صرف حضرت امیر المومنین کی زیارت کے شوق سے ربوہ آ رہے ہیں۔ یہ صاحب صرف اپنی مادری زبان ہی جانتے ہیں۔ لیکن کہتے ہیں کہ حضرت اقدس کے ساتھ بات کر سکوں یا نہ کر سکوں میری آنکھیں ان کی زیارت کے لئے بے تاب ہیں۔

سچ ہے۔ انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء (قرآن کریم)

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

والسلام

خاکسار احقر العباد

چوہدری عنایت اللہ احمدی عفی عنہ

چندہ تحریک جدید لازمی قرار دیا گیا ہے

کم از کم شرح چندہ پانچ روپیہ سے دس روپیہ کر دی گئی ہے

بعض احباب اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ چندہ تحریک جدید طوعی ہے اس لئے وہ بسا اوقات استطاعت کے باوجود اس کے ثواب سے محروم رہ جاتے ہیں یا حیثیت سے بہت کم قربانی پیش کرتے ہیں۔ ایسے احباب کی اطلاع کے لئے وضاحت کی جاتی ہے کہ ۱۹۵۲ء کے جلسہ سالانہ میں حضور نے اس ارشاد سے جملہ افراد جماعت کو تحریک جدید کے مالی جہاد میں شامل ہونے کے لئے مکلف کر دیا ہے۔ حضور نے فرمایا:

"اب میں نے اس چندہ کو لازمی کر دیا ہے۔ جماعت کے ہر مرد اور عورت کا فرض ہے کہ اس میں حصہ لے۔"

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کم از کم کس قدر رقم سے اس میں شمولیت اختیار کی جا سکتی ہے۔ سو احباب کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ مارچ ۱۹۶۴ء سے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تحریک جدید کی کم از کم شرح دس روپیہ سالانہ مقرر فرما دی ہے۔

جملہ امراء و صدر صاحبان جماعت سے نیز مبلغین کرام سے درخواست ہے کہ وہ اپنے اپنے حلقہ میں اس کی پابندی کروائیں۔

وکیل المال تحریک جدید قادیان

ارشادات

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

دیکھو جنہوں نے انبیاء کا وقت پایا انہوں نے دین کیلئے کیسی کیسی قربانیاں کیں۔ جیسے ایک مالدار نے دین کی راہ میں اپنا سارا مال حاضر کر دیا۔ ایسا ہی ایک فقیر دریوزہ گر نے اپنے مرغوب ٹکڑوں سے بھری زنبیل پیش کر دی اور ایسا ہی کئے گئے جب تک خدا تعالیٰ کی تقدیر سے فتح کا وقت آ گیا۔ مسلمان بنا آسان نہیں مومن کا لقب پانا سہل نہیں۔ سو اے لوگو اگر تم میں راستی کی روح ہے تو میری اس دعوت کو سرسری نگاہ سے مت دیکھو نیکی حاصل کرنے کی فکر کرو۔ خدا تعالیٰ تمہیں آسمان پر دیکھ رہا ہے کہ تم اس پیغام کو سنکر کیا جواب دیتے ہو۔"

" دنیا میں آج تک کوئی سلسلہ ہوا ہے جو خواہ دنیوی حیثیت سے ہو یا دینی۔ بغیر مال چل سکا ہے۔ دنیا میں ہر ایک کام اس لئے کہ یہ عالم اسباب ہے۔ اسباب سے ہی چلایا جاتا ہے۔ پس کس قدر بخیل اور ممسک ہے وہ شخص جو ایسے عالی مقصد کی کامیابی کیلئے ادنیٰ چیز مثل چند پیسے خرچ نہیں کر سکتا۔ پس تم میں سے ہر ایک کو جو حاضر یا غائب ہے تاکید کرتا ہوں کہ اپنے بھائیوں کو چندہ سے خبردار کر دو اور ہر ایک مالی کو چندہ میں شامل کرو۔ یہ موقعہ پھر ہاتھ آنے کا نہیں۔"

" اگر کوئی تم میں سے خدا سے محبت کر کے اس کی راہ میں مال خرچ کرے گا تو میں یقین رکھتا ہوں کہ اس کے مال میں بھی دوسروں کی نسبت زیادہ برکت دی جائے گی کیونکہ مال خود بخود نہیں آتا۔ بلکہ خدا کے ارادہ سے آتا ہے۔ پس جو شخص

ہو۔ خدا کے لئے بعض حصہ مال چھوڑتا ہے وہ ضرور اُسے پائے گا جو شخص مال سے محبت کر کے خدا کی راہ میں وہ خدمت بجا نہیں لاتا جو بجا لانی چاہیئے تو وہ ضرور اس مال کو کھوئے گا۔"

" یہ دین کے لئے اور دین کی اغراض کیلئے خدمت کا موقع ہے اس وقت کو غنیمت سمجھو۔ یہ پھر کبھی ہاتھ نہیں آئے گا۔"

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مندرجہ بالا ارشادات کی روشنی میں جملہ عہدیداران جماعت کو چاہیئے کہ وہ اپنے اپنے حلقہ جات میں نہ صرف سو فیصد کا وصولی لازمی چندہ جات اور بقایا جات کے لئے مؤثر کارروائی کر کے سال اول کی کمی کو پورا کریں بلکہ طوعی تحریکات میں بھی زیادہ سے زیادہ وصول کر کے مرکز میں بھجوا کر فرض شناسی کا ثبوت دیں اور خدا تعالیٰ کے خاص فضلوں اور انعامات کے وارث بنیں۔ اللہ تعالیٰ تمام احباب جماعت کو ساتھ ہی زیادہ سے زیادہ خدمت سلسلہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ناظر بیت المال قادیان

خبریں

گورداسپور ۲۹ر جولائی۔ برگیڈیر سکے گجندر سنگھ ڈائرکٹر این سی سی پنجاب و ہماچل پردیش نے ۲۷ر جولائی کو این سی سی کے کیمپ منعقدہ بیانگر کا معائنہ کیا۔ یہ کیمپ ۲۰ سے ۲۹ر جولائی تک منعقد ہوا۔ جس میں ۵۷۶ کیڈٹوں نے شرکت کی جو مختلف سکولوں سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کیڈٹوں نے فوجی خدمات کے مختلف شعبوں میں تربیت حاصل کی۔

نئی دہلی ۳ر اگست۔ حال ہی میں لنڈن میں جو کامن ویلتھ کانفرنس ہوئی ہے اُس میں مسئلہ کشمیر یا بھارت اور پاکستان کے باہمی اختلافات کا کوئی ذکر آیا ہے یا نہیں یہ سوال بحث کا موضوع بنا ہوا ہے بھارت کے دو پرتی ندی جو اس کانفرنس میں شامل ہوئے شری ٹی ٹی کرشنما چاری اور شریمتی اندرا گاندھی ان دونوں کا کہنا ہے کہ وہاں مسئلہ کشمیر زیر بحث نہیں آیا۔ نہ ہی بھارت پاکستان کے اختلافات کے متعلق کوئی بات چیت ہوئی ہے۔ لیکن پاکستان کے صدر جنرل ایوب کا کہنا ہے کہ مسئلہ کشمیر زیر بحث آیا تھا۔ چنانچہ کانفرنس کے خاتمہ پر جو مشترکہ بیان جاری کیا گیا پاکستان کے اخبارات نے اُسے بھی یہ کہہ کر اُچھالا ہے کہ پاکستان کی زبردست فتح ہے۔ کیونکہ پہلی بار پرانی روایت کو توڑ کر بھارت اور پاکستان کے اختلافات کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس بحث کے متعلق کوئی آخری فیصلہ نہ ہو سکتا تھا لیکن اب ہو جائے گا۔ برطانیہ کے پردھان منتری مسٹر ایلیک ڈگلس ہوم نے بھارت کے پردھان منتری شری لال بہادر شاستری کو ایک خط لکھا ہے جس میں تمام حالات کی وضاحت کرتے ہوئے انہیں یہ وشواش دلایا ہے کہ کامن ویلتھ کانفرنس میں جو پرانی روایات تھیں ان کے خلاف کوئی بات نہیں کی گئی

شیلانگ ۳ر اگست۔ بھارت کے کامن ویلتھ سیکرٹری شری سی۔ ایس جھا نے آسام کے مکھیہ منتری شری چالیہا وزراء آسام کے اعلیٰ افسروں کے ساتھ پاکستان سے ناجائز طور پر آ کر آسام میں آباد ہوئے پاکستانی مسلمانوں کے اخراج کو تیز کرنے کے لئے سہ روزہ بات چیت مکمل کر لی ہے اُنہوں نے بتایا ہے کہ آسام سرکار کے ساتھ تانگ شرنارتھیوں کے متعلق بھی بات چیت ہوئی۔ اُنہوں نے اُمید ظاہر کی کہ تانگ شرنارتھی واپس برما چلے جائیں گے۔ اس سلسلہ میں برما سرکار کے ساتھ بات چیت ہو رہی ہے۔ یہ شرنارتھی ان دنوں شیلانگ میں رہائش پذیر ہیں۔ اُن کا آنا جانا کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے اور وہ واپس برما چلے جائیں گے۔

نئی دہلی۔ ۳ر اگست۔ پتہ لگا ہے کہ لال قلعہ میں ایک لفٹ لگائی جارہی ہے کہ یوم آزادی پر پردھان منتری شری لال بہادر شاستری کو اس کے ذریعہ قلعہ کی فصیل پر پہنچایا جا سکے گا۔ لفٹ پر ۵ ہزار روپیہ خرچ آئے گا یہ قلعہ کی اندرونی تیس فٹ اونچی دیوار کے ساتھ لگائی جارہی ہے۔ یہ بجلی سے چلے گی۔ اور تین آدمیوں کو لے جا سکے گی۔ یوم آزادی پر ہونے والی فوجی پریڈ کی ریہرسل ابتداء کر لال قلعہ کے باہر کی گئی۔

واشنگٹن ۔۳ر اگست۔ امریکی حکام نے بتایا ہے کہ کل شمالی ویٹ نام کے ساحل سے کچھ دور تین نامعلوم کشتیوں نے امریکہ کے ایک تباہ کن جہاز پر فائرنگ کی۔ اس حملہ میں تارپیڈو بھی استعمال کئے گئے امریکن تباہ کن جہاز نے مشین گنوں کے ساتھ جوابی فائرنگ کی جیٹ لڑاکا جہازوں نے راکٹ فائرنگ بھی کی اور اس طرح تارپیڈو کشتیوں کو بھگا دیا گیا۔ شانت ساگر میں امریکی فوجوں کے کمانڈر انچیف نے کل رات پرل ہاربر میں بتایا کہ امریکہ کے تباہ کن جہاز اور جیٹ ہوائی جہازوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ باقی کی دو تارپیڈو کشتیوں کو معمولی نقصان پہنچا۔ اور وہ پیچھے ہٹ گئیں۔ امریکہ کے بدیش منتری مسٹر ڈین رسک نے کہا ہے کہ اُن کے تباہ کن جہاز پر کل جن تین جہازوں نے حملہ کیا وہ شمالی ویٹ نام کے تھے۔ ہم نے ہوائی چوٹ لگائی ہے اگر اُنہوں نے پھر حملہ کیا تو ایک اور ضرب لگائی جائے گی۔ امریکہ بین الاقوامی سمندروں کا استعمال جاری رکھے گا۔

احمد آباد ۔ ۳ر اگست۔ سنکیت سوشلسٹ پارٹی کے چیرمین شری ایس۔ ایم جوشی نے یہاں ایک پبلک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اگر حکومت ضروری اشیاء کی قیمتوں کو فوری طور پر کم کرنے میں ناکام رہی تو اُن کی پارٹی ملک بھر میں ایک احتجاجی تحریک شروع کرے گی آپ نے کہا کہ ہماری جماعت عوام کے مصائب کے معاملہ میں خاموش تماشائی بن کر نہیں رہ سکتی۔ حکومت کو ڈیفنس رولز کا استعمال ذخیرہ اندوزوں اور ناجائز منافع خوروں کے خلاف کرنا چاہیئے نہ کہ سیاسی جماعتوں کے ان لیڈروں کے خلاف جو کہ قیمتوں کے سوال پر ایجی ٹیشن کر رہے ہیں

چنڈی گڑھ ۳ر اگست۔ وزیر تعلیم و لوکل سیلف گورنمنٹ شری پربودھ چندر نے اپنے تمام محکموں کو ہدایات جاری کر دی ہیں اور میونسپل کمیٹیوں اور لوکل باڈیوں کو ہدایت کی ہے۔ وہ شری گیروں کے نام والے اداروں۔ پارکوں اور گلیوں کے میدانوں وغیرہ کے ناموں کو بدل دیں شری پربودھ چندر نے بتایا کہ یہ اقدامات انتقامی جذبہ کے ماتحت نہیں کئے جا رہے۔ بلکہ ان کا مقصد مناسب اخلاقی فضا پیدا کرنا ہے۔ کیونکہ جس شخص کو داس کمیشن کی طرف سے کورپشن کا مجرم قرار دیا گیا ہو اس کی مدح سرائی نہیں کی جانی چاہیئے۔

جماعت احمدیہ مدراس کے وفد کی گورنر سے ملاقات

طے شدہ پروگرام کے مطابق جماعت احمدیہ مدراس کا وفد جس میں محترم خان بہادر محمد صاحب، مکرم علی محی الدین صاحب، مکرم مولوی کمال الدین صاحب اور خاکسار نوجوان تھے۔ ۲۴ر کی دوپہر کو راج بھون میں ہز ہائی نس مہاراجہ آف میسور گورنر مدراس سے ملاقات کی۔ خاکسار نے جملہ ارکان وفد کا تعارف ہز ہائی نس سے کروایا۔ اور ہماری جماعت کے صدر محترم خان بہادر مولوی محمد صاحب ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ بی نے اسلامی لٹریچر جس میں قرآن کریم مترجم انگریزی، سیرت آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم انگریزی، اسلامی اصول کی فلاسفی انگریزی وغیرہ تھے ہز ہائی نس کو دیا۔ اور چار نوشتی کے بعد بات چیت شروع ہوئی۔ اسلام اور احمدیت سے تعارف کے بعد موجودہ حالات اور مذہبی فلاسفی موضوع گفتگو رہا۔ ملاقات کافی لمبی ہو گئی۔ اور بڑے عمدہ ماحول میں ہوئی

احباب دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ اس ملاقات کے بہتر نتائج ظاہر فرمادے۔ آمین

خاکسار

محمد کریم اللہ آزاد نوجوان سیکرٹری جماعت احمدیہ

مدراس

درخواستہائے دعا

(۱) عاجزہ کو شادی کئے ہوئے بیس سال کا عرصہ ہو گیا ہے لیکن بدقسمتی سے تاحال عاجزہ اولاد سے محروم ہے۔ شادی کے دو سال بعد ایک پانچ ماہ کا اسقاط حمل ہو گیا تھا۔ اس کے چار پانچ سال بعد ایک لڑکا تولد ہوا۔ وہ چھ روز زندہ رہ کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملا۔ نیز چودہ سال کے وقفہ کے بعد اب خدا کے فضل سے اولاد کی امید معلوم ہو رہی ہے۔ ابھی آٹھواں ماہ ہے اور اپنڈیکس کی شکایت بھی رہتی ہے۔ جس سے سارا بدن کمزور ہو گیا ہے۔ جملہ افراد خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام و درویشان قادیان و بزرگان و احباب سلسلہ کی خدمت میں عاجزانہ التماس ہے کہ مہربانی فرما کر عاجزہ کے حق میں بارگاہ رب العزت میں دعا فرمادیں کہ مولا کریم اپنا فضل خاص عاجزہ کے گھر میں نازل فرمائے۔ اور عاجزہ کو اولاد نرینہ صالح عمر دراز اقبال مند خادم دین عطا فرمائے اور زچہ و بچہ دونوں کو تندرست رکھے۔ آمین ثم آمین۔

خاکسار

خلیل الدین احمد خان ہیڈ مولوی

نیالی ہائی سکول ضلع کٹک اڑیسہ

(۲) میرے لڑکے عزیز صلاح الدین کو چند دن سے دردِ سر اور اختلاج قلب کی شکایت ہے اور میرے چھوٹے لڑکے نذیر الدین کو خونی بواسیر ہے جس کی وجہ سے میں بہت پریشان رہتا ہوں۔ خاندان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور صحابہ کرام و درویشان اور بزرگان ملت و احباب جماعت سے گزارش ہے کہ ان دونوں کی کامل صحت کیلئے دردِ دل سے دعا فرما کر بندہ کو ممنون و مشکور فرمادیں

طالب دعا خاکسار فاضل کریم دلی معلم

سکندر آباد

(۳) تین ماہ سے خاکسار کا چھوٹا لڑکا سخت بیمار ہے۔ کافی علاج کرانے کے باوجود صحت نہیں ہوتی جسکی وجہ سے خاکسار کا دل ہمیشہ غمگین رہتا ہے احباب کرام دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اسکو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے اور لمبی عمر دے۔ آمین

طالب دعا خاکسار رحمن خان احمدیہ مبلغ